40- المؤمن
41-حم السجدہ
42- الشوری

سورۃ حٰمٓ سجدۃ ۴۱

اسکو سورۃ فصّلت بھی کہتے ہیں۔ مکی ہے۔ اس کے حروف (۳۳۵۰) کلمات (۷۹۴) آیات (۵۴) ہیں۔ رسول[۱] اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام نہیں فرماتے جبتک کہ تبارک اور حٰمٓ سجدۃ نہ پڑھ لیتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

[۱] ابن مردویہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما (در) [۲] بیہقی شعب الایمان میں (در) [۳] روایت ہے کہ عتبہ بن ربیعہ ایک روز قریش کے نشست گاہ میں بیٹھا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں تنہا تشریف فرما تھے۔ عتبہ نے آواز دی کہ اے جماعت قریش کیا میں جا کر محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ) سے باتیں کروں اور چند امور اُن کے سامنے پیش کروں۔ شاید وہ بعض کو قبول کر لیں اس شرط پر ہم ان کو اُنکی منہ مانگی مراد دیدیں کہ وہ ہم سے باز آئیں۔ اسوقت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے۔ اور قریش دیکھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب گھٹتے نہیں۔ بلکہ بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ قریش نے عتبہ سے کہا کہ ہاں اے ابوالولید تم جاکر اُن سے کہو۔ عتبہ وہاں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکے کہنے لگا کہ اے میرے بھتیجے تم ہم میں جس عالی خاندان اور بزرگ نسب سے ہو ہم خوب جانتے ہیں۔ لیکن تم اپنی قوم کے پاس ایک ایسا نیا دین لائے ہو جس سے تم نے اُن میں پھوٹ ڈالی انھیں احمق و بے عقل بنایا۔ اُن کے معبودوں اور دین کو عیب لگایا اُن کے باپ داداکو کافر بنایا۔ اب میری باتیں سنو اور اُن میں غور کرو شاید کوئی بات تمھارے پسند آئے۔ فرمایا کہ بیان کرو۔ عتبہ نے کہا اے میرے بھتیجے یہ کام جو تم نے اختیار کیا ہے اگر اُس سے تمھاری مراد یہ ہے کہ مال و دولت حاصل کروں۔ تو تمھارے واسطے

بَشِيرًا وَّنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) ہم لوگ اسقدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اور اگر تم شرف چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا سردار بنا تے ہیں۔ یہاں تک کہ بغیر تمھاری رائے کے ہم کوئی کام نہ کریں گے۔ اگر بادشاہت چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا بادشاہ بناتے ہیں۔ اگر یہ شخص جو تمھارے پاس آیا کرتا ہے کوئی جن ہے کہ تم اپنی ذات سے اُسے دفع نہیں کر سکتے تو ہم تمھارے واسطے ایسے معالج کو بلاتے ہیں کہ وہ جھاڑ پھونک کر تمھارا جن اُتار دے تاکہ تمھیں بالکل صحت ہو جائے۔ کیونکہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پر کوئی جن غالب ہو جاتا ہے یہانتک کہ اُسے دفع کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ عتبہ اسی قسم کی باتیں کہتا رہا جب وہ فارغ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوالولید تم کہہ چکے۔ اب میں کہتا ہوں تم سنو۔ اُس نے کہا اچھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حٰمٓ تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت الخ آنحضرت یہ سورہ مبارک پڑھتے رہے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے پیچھے ٹیک کر کان لگائے سنتا رہا یہاں تک کہ آنحضرت آیت سجدہ تک پہونچے۔ اور آپ نے سجدہ کیا۔ پھر فرمایا کہ اے ابوالولید تم نے جو کچھ سنا اُسے خیال رکھو۔ اور یہی میری طرف سے جواب ہے۔ پھر عتبہ وہاں سے اٹھکر اپنے ساتھیوں میں آیا۔ جب لوگوں نے اُسے آتے دیکھا تو بعض نے کہا کہ واللہ جس کام کیلئے عتبہ بھیجا گیا تھا اس کے سوا دوسری طرح سے آتا ہے۔ پھر جب عتبہ اُن کے پاس پہونچا تو انھوں نے پوچھا کہ اے ابوالولید تمھارے پاس کیا خبر ہے۔ کہا کہ آج میں نے ایسا کلام سنا کہ واللہ اس کے مثل کبھی نہیں سنا تھا۔ واللہ نہ وہ سحر ہے۔ اور نہ وہ شعر و کہانت۔ اے گروہِ قریش تم میری بات مانو۔ تم انھیں اُن کے رنگ میں چھوڑ دو اور کچھ تعرض نہ کرو کیونکہ میں نے جو کلام انکی زبان سے سنا ہے واللہ میں خوب جانتا ہوں کہ اس کلام کی ایک شانِ عظیم ہونے والی ہے۔ اور اگر تمھارا خیال ہو بھی تو میں کہتا ہوں کہ کسی دوسرے سے انہیں مصیبت پہونچے تو تمھارا کام نکل آیا۔ اور اگر وہ عرب پر غالب آجائیں تو انکی عزت تمھاری عزت ہے اور انکی بادشاہت تمھاری بادشاہت۔ اور انکی برکت سے سب لوگوں میں تمھیں ہر طرح بہتری حاصل ہوگی۔ قریش یہ سنکر کہنے لگے کہ اے ابوالولید انکی زبان کا جادو تجھپر چل گیا۔ عتبہ نے کہا خیر تم کچھ بھی سمجھو اُن کے نسبت میری رائے تو یہی ہے۔ آئندہ جو تمھارا جی چاہے کرو۔ (محمد ابن اسحاق کتاب مغازی و سیر میں اور اسی کے مانند ابو یعلے موصلی اور حافظ ابو بکر بزار نے روایت کی۔ ابن کثیر) اور بغوی نے اپنی تفسیر میں اپنی سند سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت اس سورہ کو پڑھتے ہوئے فان اعرضوا الخ تک پہونچے تو عتبہ نے آپ کے دہن مبارک پر ہاتھ رکھا۔ اور قرابت کی قسم دینے لگا الخ (ابن کثیر) تنزیل۔ کے معنے نزل اسم

وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ○ (یہ قرآن) نہایت مہربان

بڑے رحم والے کی طرف سے اتارا گیا ہے جسکی آیتیں مفصل ہیں عربی قرآن اُن لوگوں کے لئے جو

جانتے ہیں خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا ہے۔ پھر (بھی) اُن میں کے اکثروں نے منہ موڑ لیا پس

(اُسکو) سنتے ہی نہیں اور بولے کہ جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اُسکی طرف سے ہمارے دل

پردوں میں ہیں۔ اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور تمھارے درمیان ایک حجاب

ہے۔ پس تم (اپنے دین پر) عمل کرو بیشک ہم (اپنے دین پر) عمل کر رہے ہیں۔ قرآن شریف کے

اتارنے کو اپنے دو ناموں کی طرف منسوب فرمایا۔ ایک رحمٰن دوسرا رحیم۔ جو ذات کہ سراپا رحمت ہو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مفعول کے ہیں۔ مصدر کے معنے مفعول کے لینا مجاز مشہور ہے۔ جیسے ھذا اللّٰھم ضرب الامیر ای مضروبہ۔ اَكِنَّةٍ۔ الكنان الغطاء الذي يكن فيه الشئ والجمع اكنة نحو غطاء واغطية (مفردات) اکنہ پردہ واحد ھا کنان۔ کن بالکسر پوشش۔ اکنان جمع (صراح) کافروں نے اپنے دلوں کو اُس چیز سے تشبیہ دی ہے جو پردہ میں اسطرح پوشیدہ ہو کہ کوئی چیز اُس تک نہ پہنچ سکے۔ مما تدعون۔ ای تمنعنا من فھم ما تدعو۔ مضاف حذف کرکے مضاف الیہ اس کے قائم مقام کیا گیا۔ وقر۔ الثقل في الاذن (مفردات) وقرت اذنہ ای صمت وبابہ فھم وقر اللّٰہ اذنہ من باب وعد (مختار) وقر گرانی گوش وگراں شدن از باب سمع (صراح) فُصِّلَتْ۔ سدی نے کہا بینت (ابن جریر) یا یہ کہ مختلف طور سے تفصیل ہے۔ کہیں احکام ہیں تو کہیں مثالیں ہیں۔ کبھی وعظ و نصیحت ہے۔ کبھی نبات و حیوان و انسان کے عجائب احوال ہیں۔ کبھی تہذیب اخلاق و ریاضت نفس ہے۔ کبھی تواریخ گذشتہ۔ کبھی صفات تنزیہ و تقدس کا بیان۔ کبھی شرح غرائب ملک ملکوت۔ جس طرح ہم نے مقدمہ میں لکھا ہے۔ حاصل یہ کہ جس نے انصاف کی نظر سے دیکھا تو سمجھا کہ ابتدائے خلقت سے قیامت تک نہ ایسی کتاب تصنیف ہوئی ہے نہ ہوگی۔ قُرْاٰنًا۔ نصب بنا بر مدح ہے ای ارید۔ یعلمون۔ اس بیان و حقائق قرآنی کو علماء راسخ ہی جانتے ہیں۔ (ابن کثیر) ۱۲

صفحہ گذشتہ کے یہ حواشی ہیں غلطی سے یہاں لکھے گئے ہیں ۱۲

اسکی کتابِ پاک میں کیا کچھ رحمت نہوگی۔ جس نے قرآن شریف کا ایک حرف پڑھا دس نیکیاں
مل گئیں معنی میں غور و تامل کیا تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ آنکھیں بہنے لگیں جس سے گناہ دھل گئے
دوزخ حرام ہو گئی۔ اس سے زیادہ کلامِ الٰہی میں استغراق ہوا تو متکلم کی تجلی نظر آئی۔ منہ مانگی مراد
پائی۔ اس مبارک کتاب میں ہر ایک شے کی تفصیل ہے۔ خصوصًا مطالبِ دینی و حقایقِ یقینی
مع دلایلِ عقلی و نقلی موجود ہیں۔ یہ کتابِ پاک لغتِ عرب میں ہے۔ کیونکہ نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم
عرب میں ہیں۔ ۵

ذاتِ پاک تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور	زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

اس کتاب کو بلا واسطہ وہی لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو زبانِ عربی میں پوری مہارت رکھتے
ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے دوسرے لوگ بھی جان سکتے ہیں۔ جو اس کتاب پر عامل ہوں انھیں
خوشخبری دیتی ہے۔ اور جو روگردانی کریں انھیں ڈراتی ہے۔ باوجود ڈرانے کے اکثر لوگوں نے اس سے
منہ پھرایا سننے سے جی چرایا۔ کہنے لگے کہ تم جن باتوں کی طرف بلاتے ہو۔ دل ان سے انکار کرتے
ہیں۔ کیونکہ امورِ آخرت جو نظر سے غایب ہیں دل انکی تصدیق نہیں کرتے۔ اگرچہ کہ بعض غایب
اشیاء کی تصدیق سننے سے ہو سکتی ہے۔ لیکن اعتقاد کی باتوں سے کان آشنا نہیں ہیں۔ اس لئے
کانوں کو گراں معلوم ہوتی ہیں۔ سننے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ اگر گرانی نہ بھی ہوتی تو ہم وہی بات
سنتے ہیں جسکی حقیقت سے ہم واقف ہیں۔ تمہاری حقیقت ہماری نظر سے اوجھل ہے۔ پردہ میں

چھپی ہوئی ہے۔ اگر تمھاری حقیقت تم پر منکشف ہوئی ہے تو تم اُس کے موافق عمل کرو۔ ہم تو
اپنے دین پر چلیں گے تمھاری ایک نہ سنیں گے۔ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
اسطرح جواب تعلیم فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا
اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ
كٰفِرُوْنَ ۝ (اے نبی) کہدو کہ میں بھی تمھارے جیسا آدمی ہوں میری طرف وحی کیجاتی ہے کہ
تمھارا معبود تو ایک ہی معبود ہے پس تم اسکی طرف سیدھے ہو لو۔ اور اس سے گناہ بخشواؤ اور
مشرکوں کے لئے خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ یعنے میں بھی تمھارے جیسا

ف ماوردی نے تفسیر کی ہے کہ تم اپنی آخرت کے لئے کام کرو ہم اپنی دنیا کے لئے کرتے ہیں۔ لا یؤتون الزکوۃ۔ قال علی بن طلحۃ
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یعنے الذین لا یشہدون ان لا الہ الا اللہ وکذا قال عکرمۃ۔ (ابن کثیر)
یہاں زکاۃ سے مراد نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرنا ہے۔ اور نفس کی طہارت شرک سے ضروری ہے۔ جسطرح فرمایا قد افلح
من زکیہا۔ تو ابن عباس کی تفسیر پر یہ معنی ہوئی کہ مشرکین شرک سے اپنے نفسوں کو بذریعہ توحید پاک نہیں کرتے۔ اور مال کی زکات
کا نام بھی زکات اسی لئے رکھا گیا کہ مال کو شبہ حرام سے پاک کرتی ہے (اس کے معنی زیادتی کے بھی ہیں کیونکہ زکات کی زیادتی و برکت وکثرت نفع
بھی ہوتی ہے۔ سدی نے کہا زکات نہیں دیتے۔ قتادہ نے کہا اپنے اموال کی زکات روکتے ہیں۔ یہی تفسیر بہت سے مفسرین کے پاس
ظاہر ہے اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے۔ لیکن اس قول پر یہ اعتراض ہے کہ زکات مکہ سے مدینہ میں ہجرت کے بعد دوسرے سال
فرض ہوئی اور یہ آیت تو مکی ہے۔ اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ شاید مکہ میں اصل زکات کا حکم دیا گیا ہو جسطرح داتو حقہ یوم حصادہ
ہے یعنے زراعت کاٹنے کے روز اسکا حق ادا کرو۔ لیکن مدینہ طیبہ میں اسکا نصاب اور اسکی مقدار تفصیل سے بیان کی گئی ہو تو اسمیں
دونوں قولوں کی تطبیق ہوجاتی ہے۔ جسطرح کہ اصل نماز قبل طلوع آفتاب اور قبل غروب ابتدا بعثت میں فرض تھی پھر شب معراج
میں ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے پنجوقتہ نماز فرض ہوئی۔ اس کے بعد ان کے اوقات و شروط و ارکان یکے بعد دیگرے بتلائے گئے (ابن کثیر)
اسمیں مسلمانوں کو زکات ادا کرنے کی تاکید ہے۔ کیونکہ زکات نہ دینا مشرکوں کی صفت ہے ۱۲-

آدمی ہوں لیکن مجھ سے حجاب بشریت اٹھا دیا گیا ہے۔ اس لئے عالم ملکوت سے وحی ہوتی ہے نہ شیاطین سے کیونکہ اُن کے وسوسے کفر و فسق کے ہوتے ہیں میری وحی توحید ہے کہ تمہارا اور میرا ایک ہی خدا ہے تم اسکی طرف توحید و اطاعت سے متوجہ ہو کر اُس پر قائم رہو۔ اور جس بات عقیدہ او رعمل پر ہو اُس سے منہ پھیرو۔ یہ ایسی دعوت ہے جو دلایل عقلی و نقلی سے ثابت ہے اس سے مخالفت کروگے تو خرابی ہوگی۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ مشرکوں کیلئے خرابی ہے کہ وہ خالق کی تعظیم اور مخلوق پر مہربانی نہیں کرتے۔ نہ ایمان لاتے ہیں نہ زکات دیتے ہیں۔ جب انھیں آخرت سے انکار ہے تو زکات سے کب سروکار ہے۔ اگر کچھ خیرات کریں بھی تو دنیا میں کچھ بدلہ ملیگا جو دائمی نہیں منقطع ہے۔ بخلاف ثواب عمل مومن کے جو غیر منقطع ہے۔ جسطرح ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اُن کے لئے دائمی ثواب ہے۔ جب مسلمانوں کیلئے آخرت کا بعید ثواب بیان فرمایا۔ تو اب منکرین آخرت کو تہدید کرکے اپنی قدرت کا اثبات اسطرح فرماتا ہے۔ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ

ك لکن منع عنی حجاب البشریۃ فعصمتی ای ...

له افعال اقوال احوال ظاہر و باطن میں برابر ہونے کا نام استقامت ہے۔ یعنے چاہیے کہ تمہارا ظاہر و باطن ایک ہو جائے اور جب استقامت کے مرتبہ پر پہونچ جاؤ تو اپنے عمل پر نظر کرنے سے استغفار کرو۔ اس لئے کہ یہ بڑا گناہ ہے (حسینی)۔

له معالم میں ہے کہ یہ آیت بیماروں اور عاجزوں کے شان میں ہے جو ضعف و عاجزی کی حالت میں عبادت کرنے سے عاجز ہیں تو حق تعالے انھیں صحت کی عبادت کا ثواب عنایت فرماتا ہے۔ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔ قال مجاهد وغیرہ غیر مقطوع ولا محسوب (ابن کثیر) ۱۲

فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ

بٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ

دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ

سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ (اے نبی) کہو کیا تم اسکا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں

فی یومین - امام غزالی فرماتے ہیں کہ ایام سے مراد اللہ تعالےٰ کی مخلوقات و مصنوعات کے مراتب ہیں۔ رواسی - جبالاً (مفردات) کوہہا (صراح) پہاڑ صورت میں اوتادِ زمین ہیں۔ اور اولیا حقیقت میں اوتادِ زمین ہیں۔ جنکی برکت سے پانی برستا ہے۔ بلا دفع ہوتی ہے (عرایس) اقواتہا - جمع قوت۔ اسمیں مضاف مقدر ہے۔ یعنے اقوات اھلہا جسطرح سدی ابن زید سے مروی ہے (اتقن) یعنے اللہ تعالےٰ نے ہر نوع کے لئے روزی اور اس کے جو لائق چیزیں ہیں سب پیدا فرمائیں۔ تو رزقِ روحانین مشاہدہ ہے۔ اور رزقِ صدیقین معرفت ہے۔ رزق عارفین توحید ہے۔ رزقِ اجسام اکل و شرب ہے۔ اربعۃ ایام - یہاں مضاف مقدر ہے۔ ای تتمۃ اربعۃ ایام۔ جسطرح کہتے ہیں کہ میں بصرہ سے بغداد کو دس دن میں گیا اور کوفہ کو پندرہ دن میں۔ تو کل سفر بصرہ سے کوفہ تک پندرہ دن کا ہوا۔ اور دو دن نہ فرما کے چار دن اس لئے فرمایا کہ یہ دو دن اُن دونوں سے ملے ہوئے ہیں تو اسی لئے اُن دونوں کو ایک جملہ میں متصل ذکر کیا۔ سواء للسائلین - قال ابن عباس رضی اللہ عنہما وقتادۃ والسدی ای لمن اراد السؤال عن ذلک (ابن کثیر) اس معنی کی لحاظ سے للسائلین متعلق محذوف ہے جسکی تقدیر یہ ہے۔ ھذا الحصر للسائلین عن مدۃ خلق الارض وما فیہا (بیضاوی) ابن زید نے کہا کہ ہر سایل کی ضرورت و حاجت کے موافق اسکی مراد پوری کردی۔ مشابہ اس قول کے واٰتاکم من کل ما سألتموہ (ابن کثیر) اس معنی کے لحاظ سے للسائلین قدّر کے متعلق ہوگا۔ ای قدّر فیہا اقواتہا لاجل الطالبین لہا المحتاجین الیہا (بیضاوی) تو اس جگہ سائلین کی تفسیر طالبین ہوئی۔ سواء - بمعنے استواءً فعل مقدر کا مصدر ہے اے استوت الاربعۃ استواءً (خطیب) استوٰی - ای قصد (مختار) طوعا او کرھا - یہ دونوں ساتۃ طایع اور کارہ کے موضع حال میں ہیں فقضٰہن - ضمیر کا مرجع سما ہے معنے کے لحاظ سے کیونکہ سمٰوات کے معنے میں ہے یا ضمیر مبہم ہے جسکی تفسیر سبع سمٰوات ہے

خلقت آسمان و زمین

پیدا فرمایا اور تم اُس کے لئے ہمسر مقرر کرتے ہو۔ وہ (تو) تمام جہان کا پالنے والا ہے۔ اور اُس نے

زمین میں اُس کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اُن (کے رہنے والوں)

کی روزیاں مقرر کیں (یہ سب کچھ) چار دن میں سوال کرنے والوں کے لئے (جواب) پورا ہوا۔

پھر آسمان کی جانب قصد کیا اور وہ دھواں تھا پھر اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں

خوشی یا ناخوشی سے آؤ۔ دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں پھر انھیں دو دن میں

سات آسمان بنا دیا اور اس نے ہر آسمان میں اُسی (کی خلقت کے کام) کا حکم بھیجدیا اور ہم نے

نزدیک کے آسمان کو (ستاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور (ہم نے آسمانوں کی خوب) حفاظت

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور اسکا مرجع مابعد ہے اگرچہ سمٰوٰت لفظًا و رتبتًہ موخر ہے کیونکہ یہ تمیز میں جائز ہے جیسے ربہ رجلا۔ تو اب سبع سمٰوٰت پہلی وجہ پر حال ہے۔ دوسری وجہ پر تمیز۔ وحفظا۔ فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے۔ زینا پر معطوف ہے۔ ای وحفظناھا من الأفات او من الشياطين المسترقة للسمع حفظا۔ لہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ اگر قرآن شریف میں چند چیزیں مختلف معلوم ہوتی ہیں۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ۔ اور یہ بھی فرماتا ہے کہ وَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ۔ پہلی آیت میں عدم نسب و سوال کی نفی ہے۔ دوسری میں سوال کا ثبوت۔ اور فرماتا ہے۔ وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا۔ یعنے اللہ سے کوئی بات نہ چھپائیں گے۔ اور یہ بھی فرماتا ہے کہ وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ۔ یعنے اللہ کی قسم ہم مشرک نہیں تھے۔ پہلی آیت میں بات کو چھپانے کی نفی ہے اور دوسری میں شرک کو چھپانے کا ثبوت اور فرماتا ہے۔ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰھَا۔ الی قولہ تعالیٰ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰھَا۔ یہاں زمین کی پیدایش آسمانوں کے بعد ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ قُلْ اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ الآیہ۔ اس آیت میں زمین کی پیدایش آسمان سے پہلے ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ عَزِیْزًا حَکِیْمًا۔ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ کان کے آنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفات گویا کہ پہلے تھے اب نہیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ

منزل ۶

(گی) یہ زبردست دانا کی تدبیر ہے۔ یہاں دو دن سے مراد اتنا عرصہ ہے کہ اگر دن کا وجود ہوتا تو دو روز کی مقدار ہوتی۔ یا یہ مراد ہے کہ دو بار میں پیدا کیا۔ دخان سے مراد پانی کے بخارات ہیں مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے عرشِ الٰہی پانی پر تھا جس طرح فرمایا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وَلَا يَتَسَآءَلُوْنَ۔ یہ پہلے صور کے بعد کا واقعہ ہے (کہ تمام مخلوق فنا ہو جائے گی۔) جس طرح فرماتا ہے۔ ثُمَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ الآیہ۔ اور وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَسَآءَلُوْنَ۔ یہ دوسرے صور کے بعد کا واقعہ ہے (کہ سب مخلوق زندہ کر دی جائے گی۔ میدان محشر دیکھ کر حیرت سے آپس میں پوچھنے لگیں گے) جب اللہ تعالے اہل اخلاص یعنے اہل توحید کے گناہ بخشیگا تو مشرکین بولیں گے کہ آؤ ہم بھی کہیں گے کہ ہم مشرک نہیں تھے۔ عرض کریں گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین۔ اسوقت ان کے منہ پر مہر کر دی جائے گی۔ ان کے ہاتھ شرک پر گواہی دیں گے۔ اسوقت معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالے سے کوئی بات نہیں چھپا سکتے۔ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا۔ اور اللہ تعالے نے پہلے زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔ پھر آسمان کو دو دن میں ٹھیک فرمایا۔ اس کے بعد پھر دو دن میں زمین کو بچھایا اسطرح کہ اسمیں پانی اور نباتات۔ پہاڑ اور ریت وغیرہ پیدا کئے (جہاں زمین کی پیدائش کو آسمان پر مقدم فرمایا تو اس سے مراد اصلِ زمین کی پیدائش ہے اور جہاں مؤخر فرمایا تو اس سے مراد سامانِ زمین کی پیدائش ہے) کان اللہ غفورا رحیما کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالے اس وصف سے ہمیشہ موصوف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے جب کوئی بات چاہی تو ضرور اسے پوری فرمایا پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اب تم قرآن کو مختلف نہ خیال کرو۔ کیونکہ وہ سب اللہ کے پاس سے نازل ہوا ہے (ابن کثیر) ؁ اس معنے کے لحاظ سے مضاف مقدر ہوگا یعنے فی مقدار یومین (خفاجی) ؁ یعنی پہلے مرتبہ اسکے اصل مادے کو پیدا فرمایا۔ اور دوسرے مرتبہ اسکی صور و طبقات کو۔ یہ معنی مجازی ہوں گے (خفاجی) کیونکہ یوم سے وہ زمانہ مراد ہے جس میں آفتاب زمین پر رہتا ہے۔ اس لئے یوم کا وجود قبل خلق زمین و آسمان و کواکب متصور نہیں۔ تو یہ پیدائش زمین دو دن میں کسطرح ہوگی۔ اس لئے دو یوم سے مراد مجازاً دو دفعہ ہے۔ بطور ذکر ملزوم و ارادہ لازم۔ تو اس تقدیر پر یوم کے معنے مطلق وقت کے ہونگے۔ اور چھ دن میں تمام چیزوں کے پیدا کرنے میں اشارا ہے کہ اطمینان و آہستگی عجلت و جلدی سے بہتر ہے۔ بندے کو جب کام کریں آہستگی سے کریں۔ ورنہ وہ چاہتا تو ایک لحظہ میں پیدا کر سکتا۔ (روح البیان) ؁ (ابن کثیر) ؁ (خطیب) ١٢-

وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ ۔ پھر اللہ تعالے نے پانی میں موج وجنبش پیدا کی جس سے کف اور پھین اوپر اٹھ آیا۔ اور بخارات نکل کر بلند ہوئے۔ کف سے زمین۔ بخارات سے آسمان پیدا فرمائے سلہ

کفے را منبسط سازد کہ ایں فرشیست بس لائق	بخارے را برافرازد کہ ایں سقفیست بس زیبا
ازاں سقفے معلق حسنِ تصویرش بود ظاہر	وزیں فرشِ مطبق لطفِ تدبیرش شود پیدا

سلہ غرض زمین وآسمان چھے روز میں پیدا ہوئے۔ چار روز میں زمین اور جو کچھ اسمیں ہے۔ دو روز میں آسمان پھر آسمان اور زمین کو حکم فرمایا کہ خوشی سے یا ناخوشی سے میری فرماں برداری اور خدمت کیلئے آمادہ ہوجاؤ۔ سلہ ابن عباس سے روایت ہے کہ سلہ دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے فرمانبرداری کے لئے حاضر ہیں۔ بعضوں سلہ نے کہا کہ زمین سے جس جگہ نے پہلے جواب دیا وہ مقام کعبہ ہے۔ اور آسمان سے وہ جگہ ہے جو اس کے مقابل ہے۔ شہ حسن بصری نے فرمایا کہ اگر وہ دونوں انکار کرتے تو اللہ تعالے انھیں اسطرح عذاب کرتا جسکا وہ درد پاتے۔

سلہ حضرت شیخ اکبر فتوحات مکیہ کی ابتدائے جلد اول میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ تمام عالم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوا۔ پہلے پانی کی پیدائش ہوی۔ اسکے کف سے زمین پیدا ہوی۔ پھر زمین کے رگڑے سے آگ نکل کر دھواں پیدا ہوا جس سے آسمان بنائے گئے۔ پھر اپنے ید قدرت سے انسان کو بنایا۔ جو تمام جہان کی علتِ غائی ہے۔ جب انسانِ کامل نہ رہیگا تو یہ قبہ آسمان پھٹ جائیگا۔ (فتوحات مکیہ) فقیر کہتا ہے کہ آسمان وزمین کی حقیقت اور علمِ ہیئت کا ذکر شریعت نے مفصل طور سے نہیں بیان کیا۔ اس لئے اس سے سکوت کریں۔ سلہ ابن کثیر

سلہ مفسرین کے دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ کلام کے ظاہری معنے لینا۔ کیونکہ اللہ تعالے کو کسی جسم کو گویا کرنا کچھ مشکل نہیں۔ بلکہ انھیں حیات وفہم دینا بھی ممکن ہے۔ اس لئے طائعین بصیغۂ جمع مذکر سالم فرمایا۔ کیونکہ جمعِ سالم عقلا کے ساتھ خاص ہے۔ تو اس قول پر یہ خطاب بعدِ وجودِ زمین وآسمان ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ زمین وآسمان میں قدرت کے نفوذ کی تمثیل ہے۔ اور وہاں قول نہیں تھا۔ اس لحاظ سے شاید یہ مطلب ہوگا کہ ان دونوں کا خلق وایجاد اس کے ارادہ کے موافق ہوا تو اس قول پر آسمان وزمین معدوم تھے (منتخب از تفاسیر)

سلہ ابن کثیر شہ ابن کثیر ناقلاً عن ابی حاتم ۱۲

ہر آسمان میں اس کے ضروریات یعنے فرشتے وغیرہ مقرر فرمائے۔ آسمانِ دنیا کو تاروں سے زینت دی
اور اسکی محافظت کی۔ یہ سب کچھ جو ذکر کیا گیا ہے ایسے خالقِ غالب و علیم کا بنایا ہوا ہے جسکے قبضۂ قدرت
سے ایک ذرہ باہر نہیں اور اُس کے احاطۂ علم سے کوئی ذرہ خارج نہیں۔ ان امور سے خداوندِ عالم کی
قدرت تو ظاہر و باہر ہے۔ پھر بھی اگر کافر شرک سے باز نہ آئیں تو انھیں عذاب سے ڈرانیکا حکم فرماتا ہے

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ؕ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ
اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ
بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۞ پس اگر وہ (اس دلیل سے) منہ پھیریں تو (اے نبی) کہدو کہ میں تمھیں اس عذاب
سے ڈرا چکا جو عاد اور ثمود کے عذاب کے مثل ہے۔ جب ان کے پاس پیغمبر اُن کے سامنے سے اور پیچھے
سے (یعنی ہر طرف سے) آئے (اور ان سے کہا) کہ اللہ کے سوا (کسی کی) عبادت نہ کرو (کافر) بولے
کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو ضرور (تمھارے عوض) فرشتے بھیجتا پس بیشک جس چیز کے ساتھ تم
بھیجے گئے ہو ہم اسکا انکار کرتے ہیں۔ کافروں نے انبیا علیہم السلام کی ظاہری صورت دیکھ کر ایمان

صٰعِقَةً۔ آتش کہ از آسمان افتد و رعدِ شدید۔ و بانگِ عذاب (صراح) اِذْ جَآءَتْهُمْ۔ دوسرے صاعقہ سے حال ہے۔
مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ۔ ضمیر مضاف قوم عاد و ثمود کے لئے ہے۔ اور دو جہتوں سے جمیع جہات کنایہ ہے۔ اور جمیع
جہات سے آنسے کنایہ انکی دعوت میں کوشش کرنا ہے۔ جسطرح شیطان نے کہا تھا ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم
یا یہ معنے ہیں کہ ان کے پہلے اور اُن کے بعد رسول آئے یعنے جب ہود و صالح علیہما السلام نے اپنے اور سارے رسولوں پر ایمان
لانے کے لئے دعوت دی تو اس لحاظ سے تمام ان کے پاس آئے۔ یعنے ان پر الزام قایم ہوگیا۔ پھر اگر اسپر بھی جہالت پر اڑے
رہیں تو انکا علاج سوائے عذاب اتارنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ (کبیر) ۱۲

بلانے سے انکار کیا۔ اور فرشتوں کی رسالت کے طالب ہوئے جسطرح آجکل نام کے مسلمان فرشتوں کی
عظمت اور ان کے تصرفات وعلم کے مقر ہیں۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کی عظمت وعلم کے منکر۔ حنفیت
وتثلیت نے دونوں کو گمراہ کیا۔ ۵

چند صورت بینی اے صورت پرست		ہر کہ معنی دید از صورت برست
دیدۂ صورت پرستی را ببند		تا شوی از نورِ معنی بہرہ مند۔

جب عاد وثمود نے انکار کیا تو خدائے تعالےٰ نے انھیں ہلاک فرمایا جسطرح ارشاد ہے۔ فَاَمَّا
عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ
خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ
اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى
وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ

نَحِسَاتٍ نافع، مکی، بصری سکونِ حا سے۔

صرصرا۔ بعضوں نے کہا بہت تیز ہوا بعضوں نے کہا ٹھنڈی۔ بعضوں نے کہا سخت آواز والی۔ حق بات تو یہ ہے کہ ان سب
صفات کی جامع تھی۔ بڑی قوت وشدت والی ڈراونی آواز کی نہایت ٹھنڈی ہوا تھی۔ تاکہ انکا عذاب اُسی جنس سے ہو جس طرح
وہ اپنی قوت پر گھمنڈ کرتے تھے (ابن کثیر) نحسات۔ ان دنوں کی نحوست یہی ہے کہ اسمیں ہوا اسقدر زور سے چلی کہ ساری قوم
ہلاک ہوگئی۔ اور جو نجومی کہتے ہیں کہ بعضے دن اپنی ذات میں نحس اور سعد ہوتے ہیں بے اصل ہے۔ کیونکہ اجزائے زمانہ باعتبار
اپنی ذات کے مساوی ہیں۔ انمیں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور جو فرق واقع ہوتا ہے تو طاعت ومعصیت سے ہوتا ہے کسی نے کیا اچھا کہا ہے

نَذُمُّ زَمَانَنَا وَالْعَيْبُ فِيْنَا		وَلَوْ نَطَقَ الزَّمَانُ اِذًا هَجَانَا

فهديناهم۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ بینالہم وقال الثوری دعوناہم (ابن کثیر) فاستحبوا۔

الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ پس لیکن عاد (کی قوم) تو انھوں نے زمین میں ناحق
سرکشی کی اور بولے کہ قوت میں ہم سے زیادہ کون ہے۔ کیا انھیں معلوم نہیں
کہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا وہ ان سے زیادہ زور آور ہے۔ اور وہ ہماری آیتوں سے انکار
کرتے تھے۔ تو ہم نے ان پر منحوس دنوں میں بڑی زور کی آندھی بھیجی تاکہ ہم انھیں دنیوی مصیبت کے
زندگی میں رسوائی کا عذاب چکھائیں۔ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت رسوا کرنے والا ہے اور
انکی مدد نہ کی جائے گی۔ ولیکن ثمود تو ہم نے انھیں ہدایت دی پھر انھوں نے ہدایت پر (بھی)
اندھے پن کو اختیار کیا تو انھیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے گرفتار کیا بسبب اس کے جو وہ کرتے
تھے۔ قوم عاد قوی اور دراز قد تھی۔ لیکن اللہ تعالٰے نے ایسی تیز ہوا بھیجی کہ وہ اونٹ کو مع سوار
اٹھا کر پہاڑ پر اس زور سے پٹکتی تھی کہ پاش پاش ہو جاتا تھا۔ غرض ساری قوم تباہ و ہلاک
ہو گئی اور قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی جو آپ کے معجزہ سے پہاڑ شق ہو کر
نکلی تھی کونچیں کاٹ دیں تو زمین کو سخت زلزلہ ہوا سب زمین پر گھٹنوں کے بل گرے۔ جبرئیل
علیہ السلام نے ایک ایسی آواز دی جس سے کلیجے شق ہو کر اسی حالت میں مردہ ہو گئے۔ لیکن ع ۱۷
اللہ تعالٰے نے متقیوں کو بچا لیا جس طرح ارشاد ہے۔ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝
اور ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے تھے بچا لیا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) حقیقۃ الاستحباب ان يتحرى الانسان في الشیء ان يحبه واقتضى تعديته بعلى معنى الايثار اى ان
اثروه عليه (مفردات) هون۔ بالضم خواری (صراح) ہون مصدر معنی میں اہون کے ہے۔ بطور مبالغہ عذاب کی صفت ہے۔ یا اس سے بدل ہے ۱۲

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دنیوی عذاب سے متقیوں کو نجات دی۔ اور کافروں کا اخروی عذاب
اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا
شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا
قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ وَمَا كُنتُمْ
تَسْتَتِرُونَ أَن يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَٰكِن ظَنَنتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ
كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنتُم بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ ۝ فَإِن
يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۖ وَإِن يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُم مِّنَ الْمُعْتَبِينَ ۝ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا

یوم۔ متعلق اذکر مقدر کے ہے۔ **یوزعون**۔ وزعہ عن کذا کفہ عنہ وقیل حبس اولھم علی آخرھم (مفردات)
وماکنتم۔ شان نزول۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ پردہ کعبہ میں چھپا ہوا تھا کہ تین شخص آئے
ایک نے کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ ہماری ان باتوں کو اللہ تعالیٰ سنتا ہے۔ تو دوسرے نے کہا کہ جب ہم بلند آواز سے کہتے ہیں تو اللہ
وہ سن لیتا ہے۔ اور جب ہم آہستہ کہتے ہیں تو وہ نہیں سن سکتا۔ تیسرا بولا اگر وہ کچھ سن سکتا ہے تو وہ سب سن سکتا ہے (یعنے وہ کچھ بھی
نہیں سنتا) راوی کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے وماکنتم تستترون کی آیت کو نازل
فرمایا۔ (ابن کثیر از امام احمد بخاری مسلم ترمذی) **لا**۔ دونو جگہ صلہ یعنے زائد واسطے تاکید نفی کے ہے (روح) **ذلکم**۔ مبتدا
ظنکم اس سے بدل۔ اردٰکم خبر ہے (کبیر) **اردٰکم**۔ ردی من باب سمع ای ھلک۔ وارداہ غیرہ (مختار)۔
[illegible] (مختار) **ان یستعتبوا**۔ الاستعتاب ان یطلب من الانسان ان یذکر عتبہ لیعتب
(مفردات) واعتبہ اعطاہ العتبی کاعتبہ۔ والعتبی بالضم الرضی واستعتب فلان اذا طلب ان
یعتب ای یرضی۔ والمعتب المرضی۔ (قاموس وتاج) ای طلبوا من اللہ الرضا عنہم۔ **من المعتبین**۔ ای
من المرضیین (نیشاپوری) الاستعتاب انکسے حق خواستن کہ ترا خوشنود کنم و آشتی خواستن (تاج المصادر) **قیضنا**۔ ای

لَهُم مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ

إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۞ اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی جانب اکٹھا کئے جائیں گے پھر وہ روکے

جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس پر پہنچیں گے تو ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے

پوست ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔ اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے

مقابلہ میں کیوں گواہی دی۔ وہ کہیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے گویا کر دیا جس نے ہر چیز کو گویا

کیا ہے۔ اور اسی نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جا رہے ہو۔ اور تم اس

(امر) سے تو پردہ کر ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے پوست گواہی

دیں گے لیکن تم یہ خیال کیا کرتے تھے کہ اللہ کو تمہارے بہت سے کاموں کی خبر ہی نہیں

ہے۔ (اسی لئے بے تکلف گناہ کیا کرتے تھے) اور یہ تمہارا گمان جو تم نے اپنے پروردگار کے حق میں کیا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ليستولي عليه استيلاء قيض على البيض وهو القشر الاعلى (مفردات) قيض الله تعالى فلانا لفلان اى جاءه به واتاحه له (كشاف) تاح له الشيء واتيح له اى قدر له (صراح) تقييض۔ تقدیر کردن۔ صلته باللام۔ وقيضنا لهم اى قدرنا لهم (صراح) قرناء۔ جمع قرین یار و ہمنشین (منتخب)۔

فی امم۔ ای کائنین فی جملة امم (نیشاپوری) ضمیر مجرور سے حال ہے۔ اور بعضوں نے فی کے معنی مع کے لئے ہیں۔ کہ

شیخ ابوعثمان حیری نے فرمایا کہ گناہ کرتے وقت جس شخص کو یہ یاد نہ آیا کہ اس کے اعضاء و جوارح اس پر گواہی دیں گے تو وہ بدکرداری پر جرأت کرتا ہے۔ اور جسکو فضل الٰہی شامل حال ہوتا ہے تو اسے یہ بات یاد آجاتی ہے تو بسا اوقات وہ گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اسکے آثار و نشانیاں اسکے اعضاء پر ظاہر ہوتی ہیں جسے وہ چھپا نہیں سکتا۔ اور اگر وہ صاحب بصیرت ہو تو اتقا سے ان نشانیوں کو مٹا سکتا ہے۔ (عرائس) ... کہ وہ باتیں کا ... جس سے اعمال کرتے وقت چھپتے تھے۔ مگر ان سے چھپنا اس خوف سے نہ تھا کہ اعضاء ان پر گواہی دیں گے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ جزاو

اسی نے تمہیں تباہ کیا۔ پھر تم گھاٹے میں آگئے۔ تو اگر یہ لوگ صبر کریں (یا بے صبری) تو بھی
انکا ٹھکانا آگ ہے۔ اور اگر معافی چاہیں تو انھیں معافی (بھی) نہیں دی جائیگی۔ اور ہم نے انپر
ہمنشیں تعینات کر دیئے۔ تو انھوں نے انھیں جو کچھ ان کے آگے اور پیچھے (تھا) بھلے کر دکھائے
اور انپر بھی ان امتوں کے جو قبل ان کے جن و انس سے گذر چکیں (ہیں) عذاب کا وعدہ ثابت
ہوا۔ بیشک وہ زیاں کار تھے۔ سلہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے۔ پھر فرمایا تم لوگ کیوں نہیں پوچھتے میں کیوں
ہنسا۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیوں ہنسے۔ فرمایا میں اس تعجب سے ہنسا کہ
قیامت کے روز بندہ اپنے رب سے جھگڑا کریگا۔ اور کہیگا کہ اے رب کیا تو نے تو مجھ سے وعدہ
کیا تھا کہ تو مجھ پر ظلم نہ کریگا۔ ارشاد ہوگا کہ ہاں۔ بندہ عرض کریگا کہ میں اپنے سوائے اپنی ذات
کے کسی کی گواہی نہ قبول کرونگا۔ اللہ عزوجل فرمائیگا کیا کافی نہیں کہ میں گواہ ہوں اور میرے فرشتے کراما
کاتبین کا واقف ہونا کافی نہیں۔ وہ اپنی بات دہرائیگا۔ اللہ تعالے اس کے
منہ پر مہر کر دیگا اور اسکے اعضا اسکے اعمال بیان کرنے لگیں گے (جب بندہ کا منہ کھلیگا)
تو وہ اپنے اعضا سے کہیگا کہ تم پر خدا کی لعنت۔ تمھیں خرابی ہو۔ میں تو تمھاری طرف سے جھگڑتا تھا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) سننے کے منکر تھے۔ لیکن انکا چھپنا اس خیال سے تھا کہ جو عمل وہ پوشیدہ کرتے تھے اللہ تعالے نہیں جانتا ہے۔ جسطرح
حدیث ابن عبداللہ بن مسعود میں گذرا۔ سلہ ای سواء علیہم صبروا ام لم یصبروا (ابن کثیر) سلہ ابن ابی حاتم وابو بکر
بزار وابن ابی حاتم ومسلم ونسائی۔ سلہ وہ دونوں فرشتے جو انسان کے اعمال لکھتے اور شانوں پر خفیہ موجود رہتے ہیں۔ ۱۲

ہر ایک سے جھگڑا ہوتا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ الخ پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ظن[2] (یقین) کے ساتھ ہوں جو اس نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اور میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پھر حسن بصری نے فرمایا کہ اے لوگو آگاہ رہو کہ آدمیوں کے عمل اسی لحاظ سے ہوتے ہیں جو انھیں اپنے رب عزوجل کے ساتھ اعتقاد ہوتا ہے۔ چنانچہ مومن اپنے رب عزوجل کے ساتھ نیک اعتقاد رکھا تو عمل بھی نیک کیا۔ اور کافر و منافق نے بد اعتقاد رکھا تو اپنے اعتقاد کے موافق بد کام کیا مگر آپ نے[3] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا سے جس کسی کو موت آئے تو اس حال میں آئے کہ اسکا اعتقاد اللہ تعالے کے ساتھ نیک[4] ہو۔ کیونکہ ایک قوم کو انکی بداعتقادی نے خراب کر دیا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا وذلکم ظنکم۔ وہی

---

[1] ابن کثیر عبدالرزاق۔ [2] لغت میں ظن کے معنے گمان کے بھی ہیں اور یقین کے بھی۔ یہاں معنی یقین کے ہیں۔ [3] ابن کثیر از امام احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ [4] فقیر کہتا ہے کہ شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں کہ عارفوں کے پاس ہر وقت اللہ تعالے کے ساتھ نیک گمان رکھنا ہے اپنے گناہوں سے ڈرے۔ اسکی رحمت کا امیدوار رہے۔ ٥

رحمت کا تری امیدوار آیا ہوں۔	منہ ڈھانپ کفن میں شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل۔	تابوت میں کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

اگر میت مجرم بھی ہو تو اتنے مسلمان جب جنازے کی نماز میں خدائے تعالے سے دعا کرتے ہیں اور قبر پر بھی تو ان شاء اللہ خدائے تعالے بخشدیگا۔ لیکن اچھے لوگ اور بہشت اسی کے ساتھ ہوتے ہیں جو نیک ہوتا ہے ہم جیسے بروں کے ساتھ کون رہتا ہے۔ ہمیں صرف شفیع المذنبین اور خدا کی رحمت کا بھروسہ ہے۔ ٥

زاہد تو بخشے جائیں گنہگار منہ تکیں۔	اے رحمتِ خدا تجھے ایسا نہ چاہئے۔

آیت پڑھی" بعد وعید کفار اس سبب کو بیان فرمایا جس سے وہ کفر میں مبتلا ہوئے۔ یعنے شیطان
انس و جن جو ان کے ہمنشین تھے انھوں نے ان کے برے عملوں کو خواہ گذشتہ ہوں یا آیندہ
جنکے کرنیکا ارادہ ہو اچھا کر دکھایا یہانتک کہ وہ خود اچھا خیال کرنے لگے تو وہ عذاب کے مستحق ہو
جسطرح ان کے پہلے جو امتیں گذریں وہ بھی عذاب کے مستحق ہوئی تھیں۔ اور یہ دونوں نابکاری
وبلاکی میں برابر ہوگئے۔ کیونکہ انکی بداعمالیاں بھی یکساں تھیں۔ چنانچہ کفار قریش کا ایک اور
برا عمل (یعنے قرآن کی سماعت سے لوگوں کو باز رکھنا) اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا
وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ جَزَاۗءُ اَعْدَاۗءِ اللّٰهِ النَّارُ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاۗءًۢ بِمَا
كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو اور اس (کے پڑھنے) میں بک بک
کیا کرو شاید تم غالب ہو جاؤ۔ تو ہم ضرور کافروں کو سخت عذاب (کا مزہ) چکھائیں گے۔ اور ضرور
انھیں اس برے کام کا بدلہ دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ یہ اللہ کے دشمنوں کی جزا دوزخ ہے۔ ان
کے لئے آگ میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ اسکی سزا جو ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ یعنی کافروں
نے باہم کہا کہ قرآن کو نہ مانو اس کے احکام کی اطاعت نہ کرو۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو سیٹیاں

والغوا - ای اذا تلی لا تسمعوا له کما قال مجاهد - وقال الضحاک عن ابن عباس رضی الله عنهما عیبوه - وقال
قتادة اجحدوه وانکروه وعادوه (ابن کثیر) لغو - بیهوده گفتن از باب نصر (صراح) له اخرج ابن ابی حاتم عن
ابن عباس رضی الله عنهما فی قوله والغوا فیه قال بالتصفیر والتخلیط فی المنطق علی رسول الله صلی الله

اور تالیاں بجا کر پکار پکار کے خلط ملط کر دو۔ تاکہ کوئی سنکر اسکی طرف مایل نہو شاید کہ اس صورت سے تمھیں غلبہ حاصل ہو۔ خدائے تعالے اپنے کلام کی طرفداری اور نصرت و یاری فرماتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ ہم اسکا بدلہ لیں گے ۔ تتمہ علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف کو غور و فکر سے پڑھیں اگر کسی دوسرے سے سنیں تو لازم ہے کہ نہایت ادب سے سکوت و خاموشی اختیار کریں۔ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے تلاوت کرنے والیکو پریشانی ہو۔ کیونکہ کافر اس بے ادبی اور کفر کے سبب جہنم کے سخت عذاب میں گرفتار ہوسے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ کسی جائے قرآن پڑھا جائے تو ہر شخص آہستہ پڑھے۔ آواز سے نہ پڑھے۔ کیونکہ جب کوئی قرآن شریف کو آواز سے پڑھے تو دوسروں کو سننے کا حکم ہے۔[۱] پھر کافر دوزخ میں داخل ہوکر جو کچھ کہیں گے اسے بیان فرماتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ○

اور کافر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اُن جن و انس کو دکھا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ کہ ہم انھیں اپنے پیروں کے نیچے[۲] (پامال) کر ڈالیں تاکہ وہ دونوں بہت ہی ذلیل ہوں۔ برے لوگ قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے۔ اور اچھے لوگ باہم محبت کرینگے اور فرشتے بھی ہر جگہ انھیں بشارت دیتے رہیں گے جسطرح ارشاد ہے۔[۳] اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا

(بقیہ گذشتہ) علیہ وآلہ وسلم اذا قرأ القرآن قریش تفعلہ (در) [۱] وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے چپ چاپ سنو۔ تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ [۲] ابن کثیر نے کہا اسکے یہ معنی ہیں کہ ہم انھیں پیروں کے نیچے ڈالیں تاکہ وہ سب سے نیچے درکۂ اسفل میں ہوجائیں۔ [۳] حسن بصری رحمہ اللہ جب یہ آیت پڑھتے تو اسطرح دعا کرتے اَللّٰهُمَّ

رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ
كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ
لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ع ۱۸
ہی ہے پھر (اسی پر) اڑے رہے اپر فرشتے اترتے ہیں (کہتے ہیں) کہ نہ خوف کرو اور نہ رنجیدہ ہو
اور اس جنت سے خوش رہو جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی
زندگی میں اور آخرت میں اور تمھارے لئے وہاں جو کچھ تمھارے جی چاہیں (موجود) ہے۔
اور تمھارے لئے وہاں جو کچھ تم مانگو (حاضر) ہے۔ (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے (تمھاری)
ضیافت ہے۔ جن لوگوں کو کہ استقامت توحید و طاعت پر حاصل ہوی۔ اور اُسی پر انتقال ہوا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اَنْتَ رَبُّنَا فَارْزُقْنَا الْاِسْتِقَامَةَ۔ یعنے یا اللہ تو ہمارا پروردگار ہے ہمیں استقامت عطا فرما (خازن)
اَلَّا اصل میں ان لا۔ ان مفسرہ بمعنی اے یا مخففہ ثقیلہ سے ہے اور اصل بانہ ہے جس میں ہا ضمیر شان ہے گویا "ای یتنزلون ملتبسین
بھذہ البشارۃ" ہے (روح البیان) تدعون۔ افتعال ہے دعا سے بمعنی طلب (ایضًا) نحن اولیاؤکم۔ اخرج ابن المبارک
وعبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاھد قال رفقاؤکم فی الدنیا لا نفارقکم حتی ندخل معکم
الجنۃ (در) لہ زید بن اسلم نے کہا کہ مسلمان کے مرتے وقت اور قبر میں اور حشر میں بشارت دیں گے (ابن کثیر از ابن ابی حاتم) ابن
کثیر نے کہا کہ یہ قول سب اقوال کا جامع اور بہت ہی اچھا ہے۔ ٹہ اسکا مقتضے یہ ہے کہ قدم سالک کو راہ عبودیت یعنے عبادات و اعتقادات
میں لغزش نہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ استقامت کے معنے یہ ہیں کہ توحید پر جما رہے۔ (ابن کثیر از ابن ابی حاتم) حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ جو اللہ تعالے کی طاعت پر قایم رہے اور لومڑی کی طرح مکر و حیلہ نہ کیا۔ (ابن کثیر از ابن شہاب زہری)۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اعمال کو اللہ تعالے کے لئے خالص کرے (خطیب) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ
ادائے فرائض پر ثابت قدم رہے۔ (ابن کثیر) ابن عطا نے فرمایا "اللہ ہی کے ساتھ دل کو لگائے رہنا"

انھیں نہ آیندہ کچھ خوف و خطر ہے اور نہ اب دنیا کی فانی لذتیں فوت ہونے سے رنج و ضرر۔ یہ اہلِ تمکین سرشارِ محبتِ آلٰہی ہیں۔ دنیا و ما فیہا کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ مولانا روم فرماتے ہیں

گویم ار گندم بہشتِ جانِ خویش
زندہ کن ما را سر بر پا چو میش

کشتہ و مردہ بہ پیشت اے قمر
بہ کہ شاہِ زندگاں جائے دگر

گر بریزد خونِ من آن دوست رو
پائے کوباں جاں برافشانم برو

چونکہ اہلِ استقامت اعتقاد و اعمال میں فرشتوں کے ہم جنس ہیں اس جنسیت کے لحاظ سے ان پر فرشتے اترتے ہیں اور دنیا و آخرت میں انکے یار و مددگار رہتے ہیں اور ان کے لئے جنت میں جو جی چاہے موجود ہو غفور و رحیم کی مہمانی میں کس بات کی کمی ہے جب کاملوں کی تعریف بیان فرما چکا تو

لہ مجاہد و عکرمہ و زید بن اسلم نے فرمایا ہے کہ ملائکہ کہتے ہیں کہ تم جہاں جاؤ وہاں کچھ خوف نہیں ہے۔ اور جسکو تم نے ترک کیا ہے یعنی مال و اولاد و دنیا وغیرہ اسکا تمھیں کچھ غم نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہم انکی نگہبانی کرتے ہیں۔ (ابن کثیر) سلہ شیخ اکبر نے فرمایا کہ ربنا اللہ کہکر اس میں فنا ہو گئے۔ پس بعد فنا بقا ہوئی تو استقامت نصیب ہوئی اور جب تمکین حاصل ہوئی تو فرشتے اترتے ہیں کیونکہ حالِ فنا میں ملائکہ کا وجود نہیں" سہ امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں کہ ارواح طیبہ سے فرشتوں کی دوستی کئی سبب سے ہے جسکو اربابِ مکاشفات و مشاہدات جانتے ہیں۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ جسطرح یہ دوستی دنیا میں حاصل تھی اسیطرح آخرت میں باقی رہتی ہے کیونکہ یہ علاقے ذاتی اور لازمی ہیں جو زوال پذیر نہیں ہوتے بلکہ گویا موت کے بعد اَبقٰے اور اقوے ہو جاتے ہیں۔ اور تعلقاتِ جسمانی ہی اون کے اور فرشتوں کے درمیان حائل ہیں جسطرح حدیث شریف ہے۔ لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی ملکوت السمٰوٰت۔ تو جب یہ علایق جسمانی اور تدبیرات بدنی ضائع ہو جاتے ہیں تو وہ پردہ اٹھ جاتا ہے اور اتصال تام حاصل ہوتا ہے اور آیت نحن اولیاؤ کم سے یہی مراد ہے۔ (کبیر) ۱۲

تو اب ناقصوں کی تکمیل کرنے والوں کی تعریف بیان فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى
اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اور اس سے اچھی بات کرنے والا کون ہے۔ جو لوگوں کو
اللہ کی طرف بلائے۔ اور اچھے کام کرے۔ اور کہے کہ بیشک میں فرمانبردار بندوں میں ہوں۔ یعنے
جس اچھی بات کی طرف بلاتا ہے وہ خود بھی اس پر عمل کرتا ہے۔ یہ آیت عام ہے اور سب سے اول اسکے
مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور[1] موذن بھی اس میں داخل ہیں۔ جسطرح
دعوت الی اللہ بہتر اور عمدہ ہے اسیطرح برائی کا بدلہ نیکی کرنا بھی خوبتر و اولے ہے جیساکہ فرماتا ہے۔
وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ
وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی ہیں (اے مخاطب برائی کو) اس بات سے دفع کر
جو بہت بہتر ہو۔ پھر جب (اسطرح سلوک کرے) تو وہ شخص کہ تجھ میں اور اسمیں دشمنی ہے۔
(ایسا ہوجائیگا) گویا کہ وہ مہربان رشتہ دار ہے۔ خلق نیک اور خلق بد یکساں نہیں۔ اسی لئے
ہمیں اخلاق مذمومہ کو اخلاق محمودہ سے بدلنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور بہترین اخلاق حلم ہے جس سے

[1] ورسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اولی الناس بذلک کما قال محمد بن سیرین والسدی وعبدالرحمن (ابن کثیر) ایک قول یہ ہے کہ اس سے نیک موذن مراد ہیں۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ قیامت کے روز سب سے دراز گردن موذن ہونگے اور سنن میں مرفوع روایت ہے کہ امام ضامن ہوتا ہے اور موذن امانت دار ہوتا ہے (اس لئے اذان وقت پر ہونی چاہئے) الٰہی میری امت کے اماموں کو ہدایت دے۔ اور موذن کو بخشدے۔ (ابن کثیر) موذنوں کی فضیلت میں اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ ولا السیئۃ لا۔ زائد تاکید نفی کے لئے ہے۔ ولی۔ دوست۔ یاور۔ نزدیک۔ متکفل کار کسے (منتخب) حمیم۔ قریب الذی تهتم لامرہ (مختار) خویش (منتخب) ۱۲

دشمن دوست اور بعید قریب ہوجاتا ہے۔ ۵

عدو را بالطاف کردن بہ بند	کہ نتواں بریدن بہ تیغ ایں کمند
چو دشمن کرم بیند و لطف و جود	نیاید دگر خبث از وے وجود۔

اور برائی کے عوض وہی نیکی کرتا ہے جو صابر ہے اور جسکی بڑی قسمت ہو جسطرح ارشاد ہو۔ وَمَا یُلَقّٰھَآ

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْاۚ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ○ اور یہ بات انھیں کو دیجاتی ہے جو صبر کرتے آیت ۳۵

ہیں اور یہ بات انھیں کو عطا کیجاتی ہے جو بڑے نصیبہ ور ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما[۳]

نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالے نے اس آیت میں مومنوں کو حکم دیا کہ غضب کے وقت

صبر کریں۔ اور دشمن کی جہالت کے وقت تحمل و برداشت کریں۔ اور اس سے بدکرداری ہو تو

معاف کریں۔ جب اسطرح کریں گے تو اللہ تعالے انھیں شیطان سے محفوظ فرمائیگا۔ اور ان کا

دشمن ان سے عاجزی کریگا (اور پھر تو ایسا ہو جائیگا) گویا کہ وہ گاڑھا دوست ہو"۔ احسان سے[۴]

بسا اوقات شیطان الانس مطیع ہوجاتے ہیں۔ برخلاف شیطان جن کے۔ اس لئے ان کے دفعیہ کا آیت ۳۶

طریقہ اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ

[۱] جس سے بگاڑ ہو اس سے جب ملاقات ہو پہلے سلام کر دیا کرنا یہ برائی کا بدلہ بھلائی ہے۔ جس طرح مجاہد سے مروی ہے (درازمنثور وغیرہم [۲] حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ایک آدمی اپنے بھائی کو برا بولتا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالے مجھے بخشدے۔ اور تو جھوٹا ہے تو خدائے تعالے تجھے بخشے (درازابن منذر) [۳] ابن کثیر۔ [۴] یہ بھی ربط ہے کہ اگر صبر کرنے کے وقت شیطان وسوسہ اور دھوکا دے تو اعوذ پڑھنا چاہئے۔ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ الخ امت کے لئے تعلیم ہو کیونکہ آپکا شیطان آپ کے تابع

اَلْعَلِیْمُ ۝ اور اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ مانگ اسلئے کہ وہ سننے اور جاننے والا ہے۔ حدیث[1] میں ہے کہ دو شخص آپس میں ایک دوسرے کو برا بولے اور ایک شخص کو بہت ہی غصہ آگیا۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھکر فرمایا کہ میں ایک کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اُسے کہیگا تو اسکا غضب و غصہ دور ہوجائیگا۔ وہ کلمہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہے۔

جب احسن قول کو جو دعوت الی اللہ ہے بیان فرما چکا تو اب وجود و قدرتِ الٰہی کے دلائل بیان فرماتا ہے۔ وَمِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ وَالنَّھَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ

وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۝ فَاِنِ اسْتَکْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مسلمان ہوگیا تھا اور حضرت نے جو پناہ لی ہے تو اسکے قہر سے اُس کے لطف میں پناہ لی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے۔ اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ (عرائس) نزغ۔ النزغ دخول فی امر لافسادہ (مفردات) نزغہ مثل نسغہ اذا طعنہ ونخسہ۔ ومن المجاز نزغہ الشیطان کانہ ینخسہ یبعثہ علی المعاصی (اساس) نزغ۔ تباہی افگندن و برانگیختن میان مردم (صراح) [1] بقیہ حدیث یہ ہے کہ اُس شخص نے حضرت سے عرض کی کہ آپ مجھے دیوانہ سمجھتے ہیں (جو اعوذ پڑھنے کا حکم فرماتے ہیں) تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ۔ آخر تک پڑھی۔ یہ حدیث بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی نے تخریج کی (د-م) **وَمِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ الخ**۔ رات کو اسلئے بنایا کہ عاشق صبح وصالِ جمال کو دیکھیں اور اُس کے مشاہدہ سے اُنست ولذت پائیں اور دن کو اسلئے کہ اسکے انوارِ صفات کا ظہور اسکے آیات کے لباس میں ہو اور اسکے ملکوت و جبروت کے نیرات سے مشرف ہوں۔ (عرائس)۔ **فَاِنِ اسْتَکْبَرُوْا الخ**۔ اگر کفار انکار کریں تو کیا ہوتا ہے۔ ملائکہ اور مقربین جو اہل ملکوت سے ہیں اُس کے بحارِ ربوبیت میں غرق ہیں اور وہاں تسبیح کرتے ہیں کہ ان کے کشوف و معارف میں زیادتی ہو۔ مخلوقات و حوادثات سے علٰحدہ ہوکر جمالِ رحمان سے انس لیتے ہیں اور اس سے بیزار نہیں ہوتے۔ عبد العزیز مکی فرماتے ہیں پاک ہے وہ ذات جسے اُس سے انست ہوئی اُسے غیروں سے وحشت ہوئی۔ جس نے اسے پہچانا اُسکے ذکر سے بیزار نہوا۔ جس نے اُسے چاہا اسنے سب سے منہ پھیرا۔ (عرائس) ۱۲۔

سجدہ

يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ۝ اور اسکی نشانیوں میں رات اور دن اور سورج

اور چاند ہے۔ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا اگر تم

اسکی عبادت کرتے ہو (تو دوسرے کو سجدہ نہ کرو) پس (اے نبی) اگر وہ غرور کریں تو جو (فرشتے)

تمھارے پروردگار کے نزدیک ہیں وہ اسکی تسبیح رات اور دن کرتے ہیں اور وہ اکتاتے نہیں

یعنے کافر اگر عبادت نہ کریں تو نہ کریں پروردگار عالم کے پاس عبادت کرنیوالوں کی کچھ کمی نہیں رہی ہے

جب چار دلائل سماوی بیان فرما چکا تو اب چار دلائل ارضی بیان فرماتا ہے۔ وَمِنْ

اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا

لا یسئمون۔ السامة الملالة مما يكثر لبثه فعلا كان او انفعالا (مفردات) سئم من الشئ من باب

طرب (مختار) طَرِبَ۔ یعنے سمع۔ سآم بالفتح و سکون ہمزہ ملول شدن (منتخب) ومن آیاته الخ زمین دل

میں باران محبت و معرفت کے قبول کرنے کی استعداد ہے لیکن قبل نزول بارش لطف ۔زرع حکمت رہتی ہے۔ اور جب وصل

دریائے قرب حق سبحانہ سے سیراب ہوتی ہے تو دقائق و حقائق کے نباتات لہلہانے لگتے ہیں۔ وہ صاحب دل لسان حق و تحقیت

علوم الٰہی کے باغ کی بہار دکھاتا ہے اور اپنی تحریر و تقریر سے مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالٰے اپنی نظر لطف سے

قلوب عارفین کو زندہ فرماتا ہے اور نظر عارف قلوب مریدین کو زندہ کرتی ہے۔ وہ از جانب حق خلق کے حیات قلب کیلئے

وسیلہ ہے جسطرح زمین مردہ کو بارش سے زندہ فرماتا ہے اسیطرح قلوب غافلین کو بھی زندہ فرماتا ہے۔ (عرائس)۔

خاشعة۔ اصل خشوع کے معنے تذلل کے ہیں یہاں اُس زمین کے لئے مستعار ہے جس میں سبزی نہو اور جس سے

کچھ نفع حاصل نہو۔ اهتزت۔ اهتزت النبات اذا تحرك لغضارته (مفردات) اهتزاز جنبیدن (صراح)۔

یا تو یہاں زمین کی قوائے نامیہ کی حرکت مراد ہے۔ یا نباتات کے اگنے کے بعد روئیدگی کا لہلہانا ہے۔ ربت۔ ربی الشئ

زاد و بابه علا۔ (مختار) ربو۔ فزونی و فزوں شدن و برآمدن بر بلندی (صراح) ١٢۔

لَمُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اور (اے نبی) اسکی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (یہ) ہے

کہ تم زمین کو خشک دیکھتے ہو پھر جب ہم نے اسپر پانی برسایا تو وہ لہلہانے لگی اور ابھر آئی بیشک

جس نے اُسے زندہ کیا وہ مردوں کو بھی زندہ کرنیوالا ہے۔ اسلئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بعد اثبات

دلائل ملحدوں کو اسطرح ڈراتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا ؕ اَفَمَنۡ

یُّلۡقٰی فِی النَّارِ خَیۡرٌ اَمۡ مَّنۡ یَّاۡتِیۡۤ اٰمِنًا یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۙ اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ

کَفَرُوۡا بِالذِّکۡرِ لَمَّا جَآءَہُمۡ ۚ وَ اِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیۡزٌ ۙ لَّا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِہٖ ؕ

یلحدون
ترچھی چال چلتے

ان الذین یلحدون۔ وہ ریاکار علماء و مشایخ جو جھوٹے دعوے مکاشفہ و احوال کے کرتے ہیں اور اعراض کرکے ہر ریاکار ان کے
گناہوں پر تحسین و آفرین کرتے ہیں اور اپنے پاس ان کو آنے کے مشتاق رہتے ہیں۔ اللہ تعالے سے اور اللہ والوں سے جو اللہ
تعالے کے نور سے دیکھتے ہیں انکا حال مخفی نہیں۔ قیامت کے روز علانیہ انکی رسوائی ہوگی چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جنکی زبانیں انبیا کی زبانیں اور ان کے دل فرعونوں کے دل کی طرح ہوں گے اور ہماری باتیں
بے حرمتی سے بیان کریں گے (جیسے خدا کو بندہ یا بندہ کو خدا کہیں گے) یلحدون۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما الالحاد
وضع الکلام علی غیر مواضعہ وقال قتادۃ وغیرہ ھو الکفر والعناد (ابن کثیر) الحد فلان مال عن الحق۔
(مفردات) الحاد۔ از دین برگشتن۔ یقال الحد فی دین اللہ ای حاد عنہ وعدل (صراح) الحاد اصل میں شق لحد کو
کہتے ہیں۔ اور اسی سے لحد ہے اس لئے کہ وہ قبر کے ایک جانب ہوتی ہے۔ پھر عرف میں حق سے باطل کی طرف پھرنے پر اطلاق کیا گیا۔
(روح) الحاد طعن و تحریف اور تاویل باطل اور وقت تلاوت شور و غل کرنا سبکو شامل ہے۔ بالذکر۔ قال الضحاک والسدی
وقتادۃ وھو القرآن (ابن کثیر) لکتب عزیز الخ۔ یعنی قرآن کے اسرار عزیز ہیں جن تک فہم کو رسائی نہیں کیونکہ وہ غیب ذات
و صفات کا خزانہ ہے۔ پہلے لوگوں کی بیہودہ باتوں سے اور پچھلے لوگوں کی خرافات سے اسمیں سطر کا تغیر نہ آیا ہے نہ آتا ہے اور نہ آئیگا وہ
حادث میں حلول نہیں کرتا اور نہ ذات رحمان سے جدا ہوتا ہے وہ فی نفسہ عزت والا ہے اور جس نے اُسے اتارا اور جسپر وہ اتارا گیا وہ بھی
عزیز ہیں۔ ابن عطا فرماتے ہیں کہ قرآن حق ہے اور باطل اسکا ضد ہے پھر دو متضاد کسطرح جمع ہوں گے۔ وہ حق سے ظاہر ہوا اور

تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ○ بیشک جو لوگ ہماری آیات میں کجروی کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں پس کیا وہ شخص جو آگ میں ڈالا جائے بہتر ہے یا وہ شخص جو بے خوف قیامت کے دن آئے (اب تمھیں اختیار ہے) جو چاہو سو کرو اس لئے کہ جو کچھ تم کرتے ہو خدا دیکھ رہا ہے۔[1] بیشک جو لوگ قرآن کے منکر ہوئے جبکہ وہ ان کے پاس آیا۔ (انکا بھی حال ہم سے مخفی نہیں ہے)[2] اور یقیناً یہ قرآن عزت والی کتاب ہے۔[3] جھوٹ اس تک نہ سامنے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ حکمت والی سزاوارِ حمد (خدا) کی اتاری ہوئی ہے۔ یعنے ان آیتوں میں پہلے اُن لوگوں کو ڈرایا جو اللہ تعالے کے آیات و اسماء و صفات میں کجی پیدا کرتے ہیں پھر بطورِ وعید فرمایا کہ جو چاہو کرلو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) حق کی طرف عود کریگا اور وہ حق ہے تو اس سے وہی متحقق ہوگا جو محقق ہے۔ (عرائس) مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔ اسمیں چار وجوہ ہیں (۱) یہ کنایہ ہے جمیع جہات سے جیسے صباح و مسا کل زمانہ سے کنایہ ہے اور یہ تمثیل ہے جسمیں قرآن کو ایک ایسے شخص سے تشبیہ دیگئی ہے جو تمام جہات سے محفوظ و مامون ہے۔ (۲) نہ قدیم کتابیں اسے جھٹلا سکتی ہیں جیسے توراۃ وغیرہ نہ ایسی کوئی کتاب اسکے بعد آئیگی جو اسے جھٹلائے۔ (۳) قرآن نے جسکی حقیت کا حکم کیا ہے وہ باطل نہیں ہوسکتا اور جسکے بطلان کا حکم کیا ہے وہ حق نہیں ہوسکتا۔ (۴) قرآن نقص و زیادتی سے محفوظ ہے اس میں باطل سے نہ تو کمی کی گئی ہے اور نہ زیادتی۔ (۵) اخبارِ ماضیہ بھی صحیح ہیں اور اخبارِ آیندہ بھی پیشین گوئیاں ہیں۔

[1] اس آیت میں تخویف و تہدید اور وعید شدید ہے۔ علما و مشایخ ریاکاروں کو بھی اس سے نصیحت لینی چاہیئے کیونکہ ظاہری بناوٹ کام نہیں آتی ○

حیلہ و مکر رامکن کہ خدا می داند	نقدِ مغشوش میاور کہ معامل بیناست۔

[2] روح البیان۔ [3] قال الضحاک والسدی وقتادہ "وھو القرآن" (ابن کثیر) ۱۲۔

پھر انکارِ قرآن سے ڈرایا اور بتایا کہ قرآن مجید اپنے دلائل سے ساری کتابوں پر غالب کتاب ہے یعنے عدیم النظیر ہے اور جو کچھ اسمیں ہے سب سچ ہے بالکل جھوٹ نہیں اور اسمیں کسی جھوٹ یا تغیر وتبدل یا کمی وزیادتی کو دخل نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ قرآن ایسے حکیم حمید کے پاس سے اتارا گیا ہے۔ جسکے سارے افعال حکمت سے پر ہیں۔ اور بسبب نعمتوں کے جسکی حمد تمام مخلوقات کرتی ہے۔ پھر جن پر قرآن اتارا گیا ہے اُنپر طعن کرنا دیوانہ پن ہے اور کفار قریش پر ہی منحصر نہیں سابق کے کافروں نے بھی ایسا ہی کیا ہے اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطرح تسلی دیتا ہے۔ مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ ۝ (اے نبی) تم سے (بھی) وہ کہا جاتا ہے جو تم سے پہلے رسولوں سے کہا گیا تھا بیشک تمھارا پروردگار بخشنے والا اور دردناک عذاب دینے والا ہے۔ یعنے اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جسطرح دوسرے کافروں نے اپنے اپنے انبیا کو جھٹلایا۔ اور ساحر وشاعر کہا اسیطرح کفارِ قریش تمھیں اور تمھاری کتاب کو بھی طرح طرح کے

اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ الخ سعید ابن مسیب نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ کی معافی اور بخشش نہوتی تو کسی شخص کو زندگی کا لطف نہ آتا۔ اور اگر اسکی طرف سے دھمکی وعذاب نہوتا تو ہر شخص بھروسہ کرکے بیٹھ رہتا۔ (ابن کثیر از ابن ابی حاتم) لہ قتادہ وسدی نے کہا کہ اے نبی کفار تمھاری شان میں بھی وہی الفاظ (ساحر ومجنون) کہینگے جو پہلے رسولوں سے اگلی امتوں نے کہا تھا۔ اور جسطرح اگلی تکذیب کی تمھاری تکذیب بھی کریں گے۔ اور جسطرح انھوں نے اگلی ایذاؤں پر صبر کیا تم بھی صبر کرو۔ یہی تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے اختیار کی۔ اور اسکے سوا کوئی قول نقل نہیں کیا۔ (ابن کثیر) سلہ جو توبہ کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں انھیں بخشنے والا ہے۔ سلہ جو تکذیب پر اڑے رہتے ہیں انھیں دردناک عذاب دینے والا ہے۔ ۱۲

عیب لگاتے ہیں کبھی عناد سے کہتے ہیں کہ قرآن عجم کی لغت میں کیوں نہیں اترا جسکے جواب میں ارشاد
فرماتا ہے۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًى اُولٰٓئِكَ
یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ۝ اور اگر ہم اسکو عجمی زبان کا قرآن بناتے تو منکر (کافر) کہتے کہ کیوں
اسکی آیتیں (عربی زبان میں) مفصل بیان نہیں ہوئیں۔ کیا (کلام تو) عجمی اور (مخاطب) عربی
ہے۔ (اے نبی) کہدو کہ یہ (قرآن) ایمانداروں کے لئے ہدایت وشفا ہے۔ اور جو لوگ ایمان
نہیں لاتے ہیں ان کے کانوں (کے حق) میں گرانی ہے اور وہ اُن (کی آنکھوں) کے حق
میں نابینائی ہے (گویا) یہ لوگ دور کی جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔ (اس لئے جو ان سے کہا جاتا
ہے سمجھتے نہیں) خلاصہ یہ کہ اللہ تعالے کا کلام کسی بھی زبان میں آئے کافر تکذیب وسرکشی نہیں چھوڑتے

ءاعجمی وعربی۔ اکلام عجمی ومخاطب عربی یعنے یہ دونوں صفتیں دو مقدر موصوف کی ہیں۔ ہشام نے اعجمی بلا استفہام اخبار پڑھا۔ یعنے ایک ہمزہ سے۔ تو اسوقت میں جائز ہے کہ تقدیر اسطرح ہو۔ اے بعضہا اعجمی وبعضہا عربی تو یہ مبتدا مقدر کی خبر ہوگی۔ (خفاجی) قل ہو للذین امنوا الخ۔ قرآن شریف عقل عارفین کے لئے ہدایت ہے وہ معدن عقل یعنے ذات قدیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور مرض عشق ودرد محبت کے بیماروں کے لئے شفا ہے کیونکہ ان کے حبیب کی کتاب اور ان سے خطاب ہے جسکی عبارت سے وہ لذت پاتے ہیں اور اسکے اشاروں سے اپنے محبوب کو پہچانتے ہیں ہاں جو جاہل قرآن مجید کو نور فہم وایمان سے نہیں دیکھتے تو انکی سرکشی سے انکار اور زیادہ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ان کے کانوں میں خذلان وگمراہی کی گرانی ہے۔ اور اسکے جمال خطاب کو نہیں دیکھتے کیونکہ انکی آنکھوں میں سرمۂ نور شناخت نہیں ہے (عرائس)۔ عمی۔ العمی یقال فی افتقاد البصر والبصیرۃ ویقال فی الاول عمی ان جاءہ الاعمٰی وعلی الثانی ماورد من ذم العمی فی القرآن وعمی علیہ اشتبہ حتی صار بالاضافۃ الیہ کالاعمی (مفردات)۔ سلہ (ابن جریر)۔ ۱۲

ءاعجمی قالون وابو عمرو درمیان دو ہمزوں کے الف داخل کرکے ثانی ہمزہ کی تسہیل سے اور بغیر ادخال کی وابن ذکوان وحفص اور ورش دوسری وجہ میں اور دوسرے ہمزہ کا ابدال مد طویل کے ساتھ ورش پہلی وجہ میں۔ اور ہشام ایک ہمزہ سے۔ شعبہ وحمزہ وکسائی دو ہمزہ محققہ سے (فائدہ)۔ مفسرین کا اختلاف اصول میں ہے اس لئے بیان نہیں کیا جاتا مگر یہاں حفص کے روایت پڑھنے والوں کے لئے بتلایا گیا ہے تا دو ہمزہ ثانی کو تسہیل سے پڑھیں۔

ع ۵ ۱۲

کیونکہ وہ طالب حق نہیں ہیں بلکہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں بخلاف مومنین کے کہ کلام ربانی سے انہیں ہدایت ہوا اور اُن کے روحانی و جسمانی امراض کو شفا حاصل ہوتی ہے لیکن کافر اپنی سخت دلی سے بات نہیں مانتے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ کتبِ سابقہ میں بھی تو اختلاف ہوا تھا کہ کوئی مصدق تھا تو کوئی مکذب۔ چنانچہ انمیں سے توریت کا ذکر فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ اور بیشک ہم نے موسے کو کتاب دی تھی تو اسمیں اختلاف کیا گیا۔ اور (اے نبی) تمہارے رب کی طرف سے ایک کلمہ صادر نہ ہو چکا ہوتا تو ضرور انمیں فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور بیشک یہ لوگ قرآن کی طرف سے شک در شک میں پڑے ہیں یعنی اگر کافروں کیلئے تاخیر عذاب کا حکم جاری نہ ہو چکا ہوتا تو ابتک فیصلہ ہو جاتا یعنی بہت جلد عذاب آجاتا اور فوراً یہ سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔ لیکن قیامت میں ہوگا جہاں ہر مصدق و مکذب کو اسکے عمل کا پورا پورا بدلہ ملیگا جسطرح ارشاد ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ جس شخص نے نیک کام کیا تو اسی کی ذات کیلئے ہے۔ اور جس نے برائی کی تو اسکا وبال اُسی پر ہے اور (اے نبی) تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں ہے یعنی قیامت میں جو جزا و سزا ہوگی وہ سب انھیں کے اعمال کے سبب ہوگی خداوند کریم تو ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔

از مکافاتِ عمل غافل مشو		گندم از گندم بروید جو ز جو

اسی لئے محاسبہ کی ضرورت ہے **کلمہ ۴۲ محاسبہ** نفس کو بحالت بیداری حد پر قایم رکھ کر اُسے اسکی غفلت پر ملامت کرنا۔ محاسبہ کرنے والے کئی قسم پر ہیں۔ بعض کا محاسبہ اوقات ضایع ہونیکی جہت سے ہوتا ہے تو وہ ہر وقت مصروفِ عبادت

لہ کتاب موسیٰ علیہ السلام کو خاص طور سے ذکر کیا ہے کیونکہ اسکے احکام بھی بہت ہیں اور قصے بھی عجیب ہیں۔ مریب۔ ارابتہ کیسے ایک گمان افگندہ و شک آورندہ (منتخب) ظلّام ظلم سے یہاں مراد ایسا فعل کرنا ہے جو اسے نہ کرنا تھا اور اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ مطیع کو عذاب کرے اور نافرمان پر احسان کرے۔ اور ظلّام صیغہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ نسبت کے صیغوں سے ہے جیسے بقّال و عطّار۔ اور کرخی نے کہا کہ صاحب ظلم نہیں ہے یعنے ظلّام اپنے باب میں مستعمل نہیں ہے۔

رہنے کیلیے حد قایم کرتا ہی اور بعضوں کا محاسبہ حرکات سکنات میں غفلت ہونے سے ہوتا ہی تو وہ ہر وقت اپنے حواس کی حفاظت کرتے ہیں بعضوں کا محاسبہ سانس پر ہوتا ہی کہ کسی دم میں غفلت نہونے پاے۔ بعضوں کا محاسبہ تنفس سے انبساط و بسط کے وقت ہوتا کہ کہیں اپنے مقام سے نہ گر جاے۔ بعض کو بقایا احکام بشریت پر ہوتا ہی بلحاظ طلب تحقق بحقایق اسما و صفات کے بعض کو شہود صفات پر بلحاظ تحقق بوجود ذات کے بعض کو تلوین پر بلحاظ طلب تمکین۔ بعض کو تصرفات پر بلحاظ تادب آداب۔ بعض کو اظہار حکم آثار ربوبیت بلحاظ محاسبہ ہوتا ہی تا طلب تحقق مقام عبودیت ہو۔ اور یہی اکمل عارف باللہ ہی۔ محاسبہ کے بعد مراقبہ شروع ہوتا ہی۔

کلمہ ۴ مراقبہ حرکات سکنات میں حق سبحانہ کو ملاحظہ کرنا ہی اور یہ مراتب احسان کے پہلا مرتبہ ہی کیونکہ جس وقت عبادت کرے تو اسطرح کرے کہ گویا وہ حق سبحانہ کو دیکھ رہا ہی یا اعتقاد کرے کہ حق سبحانہ اسے دیکھ رہا ہے اور شرط یہ ہی کہ یہ بات ہر عمل کے وقت ہو اور یہ ابتدا میں مراقبہ کا پہلا مقام ہے اور اسکا آخر تجلی کے مقام اول کی انتہا میں ہی۔ اور درمیان میں بہت سے مراتب ہیں بعض مراقبہ کرنیوالے اسم ذات یعنی اللہ کے حروف کا مراقبہ دل میں کرتے ہیں اور بصیرت سے اسکا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور بعضے اسم ذات کے حروف کا مراقبہ ظاہر میں ساہر نظر آنیوالی چیز میں جو اطراف بدن میں ہو جیسے منہ اور ہاتھ نقش اللہ پر ہی یا مدور ہی یا مشقوق۔ اتنے ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ اس نام کا مطالعہ درخت۔ پتھر۔ جاندار اجسام سب میں کرتے ہیں۔ بعد اسکے حروف سے معنی کیطرف ترقی کرتے ہیں بعضے خود پر حق تعالے کے مطلع ہونیکا مراقبہ کرتے ہیں بعضے مراقبہ معیت حق بعضے مراقبہ اسم عظیم کرتے ہیں اور عظمت احاطہ ذاتیہ حق سے مراد ہی جو تمام اشیا کو ہووے۔ اور عظمت حق تعالے کو دلمیں پیدا کرتے ہیں۔ اسیطرح تمام اسما کا مراقبہ ہی۔ بعضے مراقبہ ذات کرتے ہیں اور اپنی عجز و حقارت کا دلمیں تصور کرتے ہیں۔ یا یہ کہ ہم خدا تعالے کے حضور میں ہیں اور اسکی تجلی عظمت و قدرت سے ہوتی ہی اور بعضے مراقبہ ظہور حق وجود میں بحسب اسم ظاہر کرتے ہیں کہ حق تعالے اسم ظاہر کی حیثیت عین ہر شے[1] ہی اور یہ اعلے مقام مراقبہ ہی۔ اسی مقام میں بوادہ و بوادی حاصل ہوتے ہیں۔ اور مقام تجلی[2] کیطرف منتقل ہوتا ہے

[1] لیکن صوفیوں کا قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہیے۔ اَلعَبدُ عَبدٌ وَاِن تَرَقّٰی وَالرَّبُّ رَبٌّ وَاِن تَنَزَّلَ۔ [2] جسکا بیان آیندہ کلمہ میں آتا ہے۔

چونکہ پوری جزا قیامت میں ملیگی اس لیے اس کے علم سے اور تمام حوادثات کے علم سے خود اپنے کو خاص
فرماتا ہے۔ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ
اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۝ وَ
ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝ اسی کی طرف قیامت (کے
آنے) کے علم کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اور نہ پھل اپنے غلاف سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی
ہے۔ اور نہ وہ جنتی ہے مگر (یہ سب) اسی کے علم کے موافق ہوتا ہے) اور جس دن (اللہ) انہیں
پکاریگا کہ (تمھارے ٹھیرائے ہوئے) میرے شریک کہاں ہیں؟ کہیں گے کہ ہم تجھ سے عرض کرتے ہیں کہ
ہم میں سے (تیرے لیے شریک کا) کوئی بھی اقرار کرنے والا نہیں۔ اور جنکی وہ پہلے سے پرستش کرتے
تھے گم ہوگئے (پس بتوں سے انھیں کچھ بھی نفع نہ پہونچا) اور مشرکوں نے یقین کیا کہ ان کے لیے
کہیں جائے گریز نہیں یعنے اگر کسی سے قیامت کے آنیکا وقت پوچھا جائے تو کہنا چاہئے کہ اسکا

اَكْمَام۔ جمع کم مایغطی الثمرة (مفردات) من کمه اذا ستره۔ کم کہتے ہیں پھل کا غلاف اور شگوفہ کی تہیں۔ اور
کبھی یہ بھی مضموم ہوتا ہے اور جمع دونوں میں مشترک ہے (خفاجی) اِلَّا بِعِلْمِهٖ۔ الا مقرونا بعلمه واقعا حسب تعلقه به
(بیضاوی) اٰذَنّٰكَ۔ قال عباس اعلمناك (ابن جریر) مَحِيْص۔ حاص عنه عدل وحاد وبابه باع (مختار)
حیص۔ حیوص۔ محیص۔ محاص۔ حیصان برگشتن ویکسو شدن از دو از باب ضرب۔ یقال ما عنه محیص لیجا
گریز نیست از وے (صراح) لہ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا این شرکاءی الذین زعمتم۔ لہ اگر وہ اب اقرار کی نفی کرتے ہیں تو
اس لحاظ سے انھیں اپنے معبودوں سے بیزاری ہے کہ قیامت کی دہشت نے انھیں سہارت پر آمادہ کیا۔ اور اگر اس سے گذشتہ زمانہ کی نفی سے تو

علمِ اللہ تعالےٰ ہی کو ہے اور اسی طرح ان نو پیدا ہونیوالی چیزونکا علم جیسے پھل اور انکی تعداد و کیفیت یا اولاد کہ لڑکی ہے یا لڑکا ہے کب پیدا ہوگا وغیرہ۔ یہ سب اسی کے تفویض کرنا چاہیے۔ اور چونکہ کافر ول نے اسمیں شرک کیا تھا اسلئے فرمایا کہ انھیں بلاؤ۔ اور اصحابِ کشف میں سے جو لوگ پیشین گوئیاں کرتے ہیں وہ الہامِ الٰہی ہے۔ پھر ذکر فرماتا ہے کہ قیامت میں مشرک عذابِ الٰہی دیکھکر اپنے بتوں سے بیزاری ظاہر کریں گے حالانکہ دنیا میں انکی عبادت پر مصر تھے اسی طرح انسان اپنے تمام اوقات میں ایک حال پر نہیں رہتا جسطرح ارشاد ہے۔ لَا یَسۡـَٔمُ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ دُعَآءِ الۡخَیۡرِ وَ اِنۡ مَّسَّہُ الشَّرُّ فَیَـُٔوۡسٌ قَنُوۡطٌ ○ وَ لَئِنۡ اَذَقۡنٰہُ رَحۡمَۃً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡہُ لَیَقُوۡلَنَّ ہٰذَا لِیۡ وَ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَۃَ قَآئِمَۃً وَّ لَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰی رَبِّیۡۤ اِنَّ لِیۡ عِنۡدَہٗ لَلۡحُسۡنٰی فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَ لَنُذِیۡقَنَّہُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِیۡظٍ ○ انسان بھلائی کی طلب سے بیزار نہیں ہوتا اور اگر اسے برائی پہونچے تو (اللہ کی رحمت سے) مایوس اور بالکل نا امید (ہوجاتا) ہے اور البتہ اگر ہم انسان کو بعد

لَایَسۡـَٔمُ الۡاِنۡسَانُ الخ۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں اس انسان کا وصف بیان فرمایا ہے جو اپنے کو پہچانتا نہیں۔ اور بطور تقلید دعا کیا کرتا ہے۔ اور اپنے باطن میں اس سے روگردان۔ ظاہر میں اسکی اطاعت سے نافرمان رہتا ہے۔ درحقیقت میں خدا کو نہیں پکارتا بلکہ اپنی مراد کو پکارتا اور طلب کرتا ہے اگر اسکی مراد حاصل ہوجاتی ہے تو تکلف سے اسی تقلید پر جما رہتا ہے اور اگر مراد حاصل نہوئی اور بلاء و مصیبت نے گھیر لیا تو اللہ تعالےٰ سے بھاگتا ہے اور پھر اسے نہیں پکارتا۔ اگر وہ اس دعا میں حقیقت و معرفت کے مقام پر پہونچا ہوا ہوتا تو اسکی بلا سے نہ بھاگتا۔ اور اسکی رحمت سے نا امید نہ ہوتا۔ کیونکہ عارف صادق اسکی بلا سے اسیطرح لذت پاتا ہے جسطرح اسکی نعمتوں سے لذت اٹھاتا ہے (عرائس) الخیر۔ خیر کے معنے یہاں مال و صحت جسمانی کے ہیں (ابن جریر) ہٰذَا لِیۡ۔ لی میں لام استحقاق ہے یعنے میرے عمل ہی اسکا مستحق ہوا ہوں ۱۲

اُس مصیبت کے جو اُسے پہونچی اپنی رحمت (کا مزہ) چکھا دیں تو ضرور کہیگا کہ یہ میرے لئے ہے۔

(یعنے میں اسکا مستحق تھا اور سرکشی سے کہیگا) اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قایم ہو اور اگر (بفرض

محال) میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو بیشک ضرور میرے لئے اُس کے پاس

(بھی) بھلائی ہے (اللہ تعالے فرماتا ہے) تو ہم ضرور کافروں کو اُن کے عمل سے آگاہ کردیں گے

اور ضرور ہم انھیں سخت عذاب (کا مزہ) چکھائیں گے۔ یعنے حالتِ اقبال میں طلب جاہ و مال سے

بیزار نہیں ہوتا اور حالتِ ادبار میں نہایت مایوس ہوجاتا ہے اور یاس کے بعد جب پھر نعمت

ملتی ہے تو ضرور ہی کہہ اٹھتا ہے کہ میں اسکا مستحق ہی تھا اور بفرضِ وجودِ قیامت اسکا منکر ہوجاتا ہے

اور تمسخر سے کہتا ہے کہ وہاں بھی میری حالت اچھی رہیگی۔ اللہ تعالے اُس کے اس خیال کو جھوٹا

ٹھہرا کر عذابِ شدید سے ڈراتا ہے۔ کافر کے اقوال بیان فرمانیکے بعد اُسکے افعال کا ذکر فرماتا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝ اور جب ہم

نَاٰ بِجَانِبِہٖ۔ قال السدی تباعد (ابن جریر) نائی دور شدن یقال نأیتہ ونأیت عنہ ای بعدتہ از باب فتح تنائی اے

تباعد۔ مُنتأی موضع دور۔ (صراح) عریض۔ قال السدی کثیر۔ عرب طول و عرض کو کثرت کے معنوں میں استعمال

کرتے ہیں جیسطرح کہتے ہیں اطال فلان الدعاء واعرض ای اکثر (بغوی) ذو دعاء عریض۔ پہلی آیت میں

یئوس و قنوط فرمایا تھا اور یہاں ذو دعاء عریض فرمایا۔ لیکن ان دونوں میں منافات نہیں ہے بلکہ ناامیدی۔ ایک قوم کے لئے

اور دعا دوسری قوم کے لئے۔ یا یہ کہ ناامیدی خشکی میں ہو اور دعا بحر میں یا یہ کہ ناامیدی بتوں سے ہو اور دعا اللہ تعالے سے۔

یا باوقاتِ مختلف ایسا ہو یعنے کبھی مایوسی اور کبھی دعا۔ خفاجی نے کہا کہ ذو دعاء عریض میں استعارہ بالکنایہ ہے کیونکہ دعا کو امر

ممتد سے تشبیہ دیگئی اور امر ممتد کا لازم یعنے عرض اثباتِ دعا کیلئے ثابت کیا گیا ۱۲۔

وَنَاءَ ابن ذکوان الف کو ہمزہ پر مقدم کرتے ہیں بروزن جَاءَ اسمیں قلب ہے معنی وہی ہیں۔

انسان پر احسان کرتے ہیں (تو طاعت سے) روگردانی اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب آتی ہے برائی
پہونچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا کرنے لگتا ہے۔ جب کافروں کا تلون اور توحید سے انحراف بیان
فرمایا تو انھیں ایک اور سہل طریقہ توحید کا سکھاتا ہے۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ
كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ○ (اے نبی) کہدو کہ تم مجھے بتلاؤ کہ اگر یہ (قرآن)
خدا کے پاس سے (آیا) ہو (اور) اس پر بھی تم نے اس سے انکار کیا تو اس سے زیادہ گمراہ کون ہے
جو (قرآن) سے پرلے درجے کی مخالفت میں پڑا ہو۔ پھر فرمایا کہ اسلام غالب ہوگا مغلوب نہوگا۔ اور
اہل اسلام ہی کو فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى
يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ

لہ عرض مستلزم طول ہے کیونکہ شے کے اقصر امتداد کو عرض کہتے ہیں اور اطول کو طول۔ لہ ایک ہی بات کے لیے بہت دیر تک سوال کرتا ہے
کلام عریض وہ ہے جسکے لفظ زیادہ اور معنے کم ہوں۔ اور کلام وجیز اسکا عکس ہے یعنے ما قلّ و دلّ (ابن کثیر) سنریہم ضمیر جمع
کا مرجع ان لوگوں کے لئے ہے جو ہدایت پانے والے ہیں۔ یا تمام کے لئے ہے باعتبار وصف الکل بوصف البعض (خفاجی)۔
فی الاٰفاق۔ ای فی النواحی الواحد افق اُفُق (مفردات) اُفُق بضمتین کرانہ آسمان سر کرانہ کرانہ باشد (منتخب)۔
فی انفسہم۔ مجاہد اور حسن اور سدی نے کہا کہ واقعہ بدر اور فتح مکہ اور مثل اسی کے ہے اور احتمال ہے کہ اس سے مراد ترکیب
انسان ہو اور جو اس میں عجائبات ہیں جسکا بیان علم تشریح میں مبسوط ہے جو صنعت الٰہی پر دال ہے (ابن کثیر) اَنَّهٗ۔ یہ ضمیر
قرآن یا رسول یا توحید یا اللہ تعالےٰ کے لئے ہے (بیضاوی) اولم یکف۔ بعضوں نے کہا اولم یکف الانسان عن الرادع
والزاجر عن المعاصی کون اللہ شہیدا علیہم (نیشاپوری) بربک۔ بے تاکید کے لئے زائد ہے گویا کہ یوں ہے اولم
یحصل الکفایۃ بہ۔ اور اکثر بے فاعل پر زائد نہیں ہوتا مگر کفے کے ساتھ (بیضاوی) انہ۔ بربک سے بدل اشتمال ہے۔

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۝ عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں اطراف (عالم) میں اور (خود) انکی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) شَهِیْدٌ یا شہادت سے ہے اور اس سے مراد اسکا لازم ہے یعنے وہ ہر شئے کو ثابت کرنے والا ہے تو اسے نبی تمہارے کام کو بھی بواسطۂ اظہار آیات موعودہ ثابت کریگا یا شہید شہود سے ہے جسکے معنی اطلاع کے ہیں اور وہ بھی مجاز ہے یعنے اے نبی وہ تمہارے اور ان کے حال سے مطلع ہے وہ تمہاری فتح کا وعدہ پورا کریگا (خفاجی) سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا الخ۔ خداوند عالم نے نشانیوں کو ظاہر فرماکے انھیں اپنی ذات وصفات کا آئینہ خانہ بنایا۔ اور اہل مشاہدہ کے لئے اس سے انوار ذات وصفات کی تجلیات ہونے لگیں اگر آیات کا پردہ نہ ہوتا اور ظاہر وباطن میں صفت الوہیت ظاہر ہوتی تو اجسام معطل ارواح فنا۔ نفوس وعقل معطل ہوجاتے کیونکہ بروز سطوات احدیت کا کوئی تحمل نہیں ہوتا۔ ابتدا میں آیات فرمایا مقصود اس سے صفات ہیں جسکے انوار آفاق اسرار میں چمکتے ہیں۔ اور صفات سے مقصود ظہور ذات حقیقت الحقیقت کے نظارہ کرنے والوں کے لئے ہے۔ آیات آنکھوں کے لئے ہیں صفات قلوب کے لئے۔ ذات ارواح کے لئے۔ سر قدم اسرار کے لئے۔ سرکشف سر کے لئے ہوتا ہے۔ اور جب عارف صادق عین جمع میں ہوتا ہے ہر شئے کو بعینہ حق پاتا ہے۔ کیونکہ حقیقت میں جو شئے ظاہر ہوتی ہے وہ اسکا فعل ہے۔ اور اسکا فعل اسکی صفات میں غرق ہے اسکی صفات اسکی ذات سے قائم ہیں۔ اور جب خود میں مشاہدہ کرتا ہے جسطرح کہ آیات میں مشاہدہ کیا تھا تو اسے خلط ملط ہوجاتا ہے۔ حدوث قدم میں غائب ہوجاتا ہے۔ اور سکر انانیت آجاتا ہے تو دعوی الوہیت کرنے لگتا ہے کیونکہ آیات میں مشاہدہ کرنا عشق اور محبت کا مقتضی ہے اور آئینہ نفس میں مشاہدہ اتحاد کا مقتضی ہے جسطرح حلاج کا حال تھا الخ (عرائس) عاصی کہتا ہے کہ گو سکر میں یہ کیفیت پیدا ہوجاتی ہے لیکن ہرگز نہ خدا بندہ ہوتا ہے نہ بندہ خدا جناب سلطان الاولیا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں منصور کے زمانہ میں ہوتا تو انھیں سنبھال لیتا۔ اور میں اپنے ہر مرید کو سنبھال لیا کرتا ہوں جسطرح بہجۃ الاسرار میں ہے۔ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ یعنے ان حقایق کو آیات اور ان کے نفوس میں دکھلائیں گے یہاں تک کہ انھیں ظاہر ہوجائیگا کہ وہ بعینہ حق ہے۔ نہ آیات نہ آفاق نہ انفس بلکہ اہل حق کے لئے حق حق سے ظاہر ہوا۔ اور اسکی تاکید اسکے ظہور کی دلیل ہر شئے سے اور اسکا ظہور عرش سے فرش تک کے ہر ذرہ سے ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۔ یعنے ہر شئے سے اسکا نور ازلیت چمک رہا ہے۔ لیکن اسی کیلئے جو اسکا والہ وشیدا ہے۔ اور جو محرومان ازل ہیں وہ اسے از روئے حقیقت وبیان وکشف وعیان وغیرہا نہیں دیکھ سکتے اسی لئے فرمایا۔ (اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ۔ یعنے وہ محروم اسکے مشاہدہ سے محجوب ہیں۔ اپنی نابینائی و

ذاتوں میں دکھلائیں گے یہانتک کہ انپر ظاہر ہوجائیگا کہ یہی حق ہے۔ (اے نبی) کیا تمھیں اپنے

پروردگار سے یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ خبردار ہو کہ بیشک یہ لوگ اپنے رب

کی ملاقات سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ آگاہ رہو کہ بیشک وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

آیاتِ آفاقیہ سے مراد حادثاتِ گذشتہ و آئندہ جنکا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور فتوحاتِ

اسلامیہ جو خلفائے راشدین کے ہاتھ پر ہوئے اور جو قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ اور آیاتِ

انفس سے مراد فتحِ مکہ اور دیگر فتوحات جو زمانۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ہوئے۔ یہ سب کچھ

دکھایا جائیگا یہانتک کہ انپر ظاہر ہوجائیگا کہ قرآن یا رسول صلے اللہ علیہ وسلم یا وجودِ باری تعالیٰ حق ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) جہالت سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ پھر سب کے لئے اپنے ظہور کی تاکید اسطرح فرماتا ہے۔ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۔ اسکا علم اسکی قدرت اسکا جلال و جمال ہر شئے کو احاطہ کئے ہوئے ہے لیکن اسکا مشاہدہ عاشق و عارف ہی کرتے ہیں۔ تخطبی فرماتے ہیں کہ بندہ ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال کی جانب ترقی کرتا ہے یہانتک کہ احوالِ بلند تک پہونچ جاتا ہے اُسوقت مشاہدہ کرتا ہے کہ تمام اشیا قائم باللہ ہیں (جسطرح صوفیوں نے کہا اَلْعَالَمُ كُلُّهٗ اَعْرَاضٌ مَّجْمُوْعَةٌ فِیْ عَیْنٍ وَّاحِدٍ) پھر اُس حال سے بھی ترقی کرتا ہے تو تمام اشیا کو رویتِ حق میں فانی دیکھتا ہے اور یقیناً سمجھتا ہے کہ قدیم جب حادث سے مقارن ہوتا ہے تو اسکا باقی نہیں رہتا (جسطرح امام قشیری نے حضرت جنید بغدادی سے روایت کی ہے کہ اَلْحَادِثُ اِذَا قُوْرِنَ بِالْقَدِیْمِ لَمْ یَبْقَ لَهٗ اَثَرٌ) واسطی نے فرمایا کہ جس شئے کو ظاہر کیا اُس شئے سے ظاہر ہوا یعنے اشیا کا ظاہر کرنا یہ ہے کہ اسے اپنا مظہر بنایا۔ جب اُس شئے کو ڈھونڈتے ہیں تو سوائے اللہ کے کسی کو نہیں پاتے۔ اس لئے فرمایا کہ عنقریب ہم اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں اور خود اونکی ذاتوں میں دکھلائیں گے۔ یہانتک کہ انپر ظاہر ہوجائے گا کہ وہ حق ہے۔ نہ اسکا غیر۔ اسی لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کلمۂ لبید سچا کلمہ ہے ع۔ اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ۔ یعنے آگاہ ہو کہ ہر شئے جو اللہ تعالے کے سوا ہے باطل ہے (عرائس) عاصی کہتا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے۔ مریۃ۔ شک۔ (صراح) ۱۲-

چونکہ یہ اخبارِ غیب ہے جب یہ واقعہ کے مطابق ہوگی تو صدقِ مخبر یعنی اُس کے اعجاز پر دال ہوگی[۱] بعضے کہتے ہیں کہ آیاتِ آفاقیہ وہ ہیں جو حقیقتِ انسان اور اُسکے جسم سے خارج ہیں جسطرح افلاک و کواکب ظلمت و نور اور عناصر و موالید[۲] ہیں جسکی اطلاع وقتاً فوقتاً ہوتی جاتی ہے خصوص اس زمانہ میں جو ترقی ہوی ہے یہ سب اُسی کی قدرت کے نمونے ہیں اور آیاتِ نفسیہ وہ ہیں جو انسان کی ترکیب میں ودیعت ہیں۔ اور جو ربط وجہ عادی کو اُسکے جسم سفلی سے ہے۔ یا آفاق سے مراد احوالِ عالمِ علوی و ملکوت ہے۔ اور انفس سے احوالِ عالمِ ملک مراد ہے جب اسمیں غور و فکر کریں گے تو اُنپر کھل جائیگا کہ یہ قرآن برحق ہے اور اللہ تعالےٰ ہی ہر چیز سے واقف ہے تو انسان کو چاہیے کہ گناہوں سے بچتا رہے لیکن یہ کافر حشر و نشر سے شک میں پڑے ہیں۔ اور جو مجمل و مفصل کا عالم ہو اور اُسپر قادر ہو تو اسکے قبضۂ قدرت سے کوئی چیز نکل نہیں سکتی پھر اسپر متفرق اجزا کا اعادہ کیا مشکل ہے۔ اسلئے آدمی کو چاہئے کہ مصنوعات پر نظر کرکے صانع کو نہ بھولے۔ اور اپنے خطرات و اعمال و اقوال کی نگہبانی کرے۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

پس یقیں در عقلِ ہر دانندہ ہست — اینکہ با جنبیدہ جنبانندہ ہست
گر تو او را می نہ بینی در نظر — فہم کن آں را باظہارِ اثر
تن بجاں جنبد نمے بینی تو جاں — لیک از جنبیدنِ تن جاں بداں
از پئے آں گفت حق خود را البصیر — کہ بود دید ویت ہر دم نذیر

۱؎ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر دلالت کرتی ہے۔ ۲؎ موالید سے موالید ثلاثہ۔ (۱) نباتات یعنے جڑی- بوٹی۔ (۲) جمادات یعنے کانی چیزیں (۳) حیوانات یعنے جانور مراد ہوتی ہیں۔

از پئے آں گفت حق خود را سمیع	تا ببندی لب ز گفتار شنیع
از پئے آں گفت حق خود را علیم	تا نیندیشی فساد تو ز بیم

جب بندہ اپنے خطرات اعمال اقوال کی نگہبانی کرتا ہے اور محاسبے کے بعد مراقبہ میں بھی کامل ہو جاتا ہے تو جیسا
کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اسکے دل پر انوار تجلیات کا ظہور شروع ہوتا ہے جسکا مختصر بیان اس کلمہ میں ہے۔
کلمہ یہ ہے - بوادہ - بوادی - بوارق - لوائح - فوائح - فواتح - لوامع - طوالع و سواطع یہ نو کلمے ہیں جو
ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں - ان سب سے مراد وہ انوار تجلیات ہیں جو اوائل سلوک میں بندہ کے
دل پر ظاہر ہوتے ہیں - بوادہ - بادیہ کی جمع ہے یہ از قسم علم لدنی ہے جو تجلیات آلٰہی سے مخصوص ہے اور بلا طلب
یکایک بندہ کے دل پر وارد ہوتا ہے اسکے بعد بسط یا قبض ہوتا ہے - بوادی بادیہ کی جمع ہے وہ انوار آلٰہی میں سے
ایک نور ہے جو حواس پر ظاہر ہوتا ہے - بوارق بارقہ کی جمع ہے وہ ایک چیز ہے جو جناب قدس سے دل پر ظاہر
ہوتی اور بہت جلد گم ہو جاتی ہے - لوائح لائحہ کی جمع ہے وہ نور تجلی ہے جو ظاہر ہوتا اور پھر چھپ جاتا ہے -
فوائح فائحہ کی جمع ہے اس سے وہ ہوائیں مراد ہیں جو بندہ کے دل و دماغ کو نفحات رحمانیہ سے
معطر کرتی ہیں جن سے بندہ اپنے دل میں خنکی اور ٹھنڈک پاتا ہے - فواتح فاتحہ کی جمع ہے - یہ ایک لطیفہ
ہے جو بندہ پر حضرت قدس کی طرف دروازہ کھولدیتا ہے - اسکے ورود کے وقت حق سبحانہ کی جانب قرب بلا کیف
حاصل ہوتا ہے - لوامع لامعہ کی جمع ہے اور یہ پہلی چیز ہے جو تجلیات صفاتیہ سے ظاہر ہوتی ہے اور دل میں وہ
علوم جو معرفت صفات کے متعلق ہوں چھوڑ جاتی ہے - طوالع طالعہ کی جمع ہے وہ منجملہ تجلیات اسمائیہ ایک تجلی ہے
جو بندہ کے باطن پر ظاہر ہوتی ہے اور دل میں وہ علوم چھوڑ جاتی ہے جو اسمائے ذاتیہ سے متعلق ہوتے ہیں -

مؤمن
السجدة
شورى